ناشر: ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد۔
فون: ۶۴۲۷۳۳

مسلک اہلحدیث اور تحریکاتِ جدیدہ

از
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ
المتوفی ۱۹۶۸ء

ناشر: ادارة العلوم الاثریہ فیصل آباد۔
فون :- ۶۴۲۷۲۴

نام کتاب	----------	مسلک اہل حدیث اور تحریکات جدیدہ
مصنف	----------	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ
بار	----------	اول
تعداد	----------	1100
تاریخ اشاعت	----------	اکتوبر 1998
کمپیوٹر کمپوزنگ	----------	شنگریلا پرنٹرز 610226

فہرست مضامین

عرض ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد:

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلک اہلحدیث کے ترجمان' تقریر و خطابت' تحریر و انشاء اور درس و تدریس کے شہسوار تھے اور جماعت اہلحدیث کے متعلق اپنے پہلو میں ایک درد مند دل رکھتے تھے۔ پاکستان میں جمعیت اہلحدیث کے وہ پہلے ناظم اعلیٰ اور پھر امیر مرکزیہ کی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برآ ہوئے۔ اہلحدیث کانفرنس میں ان کی عموماً گفتگو حجیت حدیث' مقام حدیث' مسلک اہلحدیث تاریخ اہلحدیث اور خدمات اہلحدیث کے عنوان پر ہوتی۔ اور اکثر و بیشتران کی تحریر کے عنوانات بھی یہی ہوتے۔ وہ جہاں ایک قادر الکلام خطیب تھے اس کے ساتھ ساتھ تحریر و انشاء میں بھی ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ درس و تدریس اور جماعتی مصروفیتوں کے باعث وہ خواہش کے مطابق چنداں لکھ تو نہ سکے مگر جس قدر بھی لکھا اس کا نقش ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گیا۔ جس میں ثقاہت' زبان کی لطافت' بیان کی نزاکت اور سنجیدگی کا سب نے اعتراف کیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے نازک فقہی مسائل کو زیر بحث لاتے ہیں۔ ایک طبیب حاذق کی طرح نشتر بھی چلاتے ہیں۔ مگر کہیں ٹیس محسوس ہونے نہیں دیتے۔ اپنے مخاطب کا بھرپور تعاقب کرتے ہیں مگر اس کے ادب و احترام کے منافی کوئی چیز نوک قلم پر نہیں لاتے۔ غفر اللہ لہ ورفع درجتہ فی المھدیین۔ آمین۔

زیر نظر رسالہ ان کے ان مضامین پر مشتمل ہے جو انھوں نے نصف صدی پہلے "مسلک اہل حدیث اور تحریکات جدیدہ" کے عنوان سے شیخ الاسلام فاتح قادیان امام المناظرین حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے ہفتہ روزہ "اہلحدیث" میں لکھے۔ مولانا امرتسری" نے ان کی قدر افزائی فرمائی اور اس کی پہلی قسط بطور اداریہ شائع کی۔ ابتداء یہ مضمون تین قسطوں پر مشتمل تھا جو اہلحدیث امرتسر جلد نمبر ۴۲ میں ۱۶' ۲۳' ۳۰ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ بمطابق ۲' ۹' ۱۶ مارچ ۱۹۴۵ء کو شائع ہوئے۔ موضوع کا عنوان ہی اپنے مندرجات کا پتہ دیتا ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ

"ایک اہلحدیث کو اہلحدیث جماعت میں رہ کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جس کا میدان نہایت وسیع ہے۔ جدید وقتی تحریکات سے مل کر اپنی صلاحیتوں کو محدود کرنا کوئی مفید مشغلہ نہیں اور نہ ہی یہ کوئی دانشمندانہ اقدام ہے۔ ان تحریکوں کے ساتھ ملنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں مگر اندیشہ یہ ہے اہلحدیث فکر و عمل کو ضرور نقصان پہنچے گا۔ مداہنت پیدا ہو گی اور آہستہ آہستہ اپنا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔"

ظاہر ہے کہ ان کی اس پکار پر رد عمل تو ہونا ہی تھا چنانچہ کسی دوسری جماعت میں داخل ہو کر کام کرنے والے بعض اہلحدیث نوجوانوں کو یہ بات ناگوار گزری تو جماعت اسلامی کے چہار روزہ اخبار "کوثر" لاہور میں جو مولانا ملک" نصر اللہ خان عزیز کی زیر ادارت نکلتا تھا پہلے جناب حافظ محمد زکریا" نے "مسلک اہلحدیث اور تحریکات جدیدہ پر ایک نظر" کے عنوان پر ۲۵ مارچ ہی کی اشاعت میں اس کی تردید کی۔ حافظ صاحب موصوف نامور محدث حضرت مولانا نیک محمد رحمہ اللہ جانشین حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند تھے۔ مسجد قدس اہلحدیث امرتسر میں ان کا قیام تھا۔ پاکستان کے بعد راولپنڈی میں آ کر فوت ہوئے۔ اس کے بعد ماہ اپریل کی تین اشاعتوں میں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف" نے مولانا سلفی" کے مضمون پر تعاقب کیا۔ حکیم صاحب ویر وال سے لائل پور (فیصل آباد) میں تشریف لائے جامعہ تعلیمات اسلامیہ۔ جامعہ طیبہ ان کی یادگار ہیں۔ جون ۱۹۹۶ء میں انہوں نے انتقال فرمایا۔ ان دونوں کا جواب الجواب حضرت مولانا سلفی مرحوم نے اہلحدیث امرتسر میں دیا۔ جو ۴، ۱۱، ۱۸، ۲۵ مئی اور یکم جون ۱۹۴۵ء کی اشاعتوں میں شائع ہوا۔ اور اس بحث کا حق ادا کر دیا۔ وللہ درہ۔

مولانا سلفی مرحوم نے اس خاموش فضاء میں جو صور پھونکا تھا اس میں بہتوں کا بھلا ہوا۔ بلکہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف" کے بارے میں جو پیش گوئی فرمائی تھی کہ

آپ حضرات بجبر ایسے قالب میں فٹ ہونے کی کوشش فرما رہے ہیں جو ہزار خوبی کے باوجود آپ کے لئے نہیں یا آپ خود بگڑیں گے یا

قالب کو توڑ دیں گے"

بالکل سچی ثابت ہوئی مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف" جماعت اسلامی کے تمامتر دفاع کے باوجود بالاخر اس سے "بگڑے" اور تنہا نہیں بلکہ ایک قافلہ سمیت "بگڑے" جس سے اس "قالب" میں دراڑیں پڑ گئیں۔

اس سلسلہ مضامین کے کچھ عرصہ بعد اہلحدیث امرتسر ہی کی چار ۲۳' ۳۰ نومبر ۴۵ء' اور ۷' ۱۴ دسمبر ۱۹۴۶ء اشاعتوں میں "مسلک اہلحدیث اور فریضہ اقامت دین' جدید تحریکات اور ہمارا موقف" کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا جس میں مزید اپنے موقف کو منقح فرمایا۔ اور اس سلسلے کی غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کی۔ مسلکی جماعتی زندگی میں حضرت سلفی مرحوم کی یہ نگارشات آج بھی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہی مقالات کو آج ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ امید ہے قارئین کرام ہماری اس حقیر کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

خادم العلم والعلماء

ارشاد الحق اثری

۲۔۱۰۔۹۸

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ' اما بعد:۔

تاریخ کا ایک طالب علم مذاہب کے اختلاف اور مختلف فرقوں کے نشوونما اور ان کے اسباب و دواعی پر اگر سنجیدگی سے غور کرے تو محسوس ہو گا کہ ائمہ حدیث نے جہاں فرقہ پرستی کے خلاف ایک مؤثر جہاد کیا وہاں خیالات کے اختلاف کی جائز حدود کا پوری طرح لحاظ رکھا۔ اصول و فروع میں حدود خلاف و اختلاف کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ افراط و تفریط کی راہوں سے خود بھی بچے۔ دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کی۔ شکر اللہ مساعیہم خروج تشیع تجہم واعتزال تسنن حشویۃ۔

اصول و فروع کے اختلافات میں وہ لوگ اعتدال کی راہ سے کبھی نہیں ہٹے۔ اصلاح و تجدید کی راہ میں سجن و تجلید تک کی مصائب برداشت کر لی گئیں۔ مگر عشق کی سرشاریاں احتساب کی چیرہ دستیوں سے کبھی نہ دب سکیں۔ ان زبان و قلم کے بادشاہوں کو اگر محسوس ہوا کہ قلم کی اعانت کے لئے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھنا بھی ضروری ہے تو وقت کی اس آواز کو بھی پوری عزیمت سے اور خوشدلی سے قبول فرمایا۔ تاریخ کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ مسلم مبلغین کا سب سے پہلا قافلہ جو پہلی صدی ہجری کے اواخر میں ساحل ہند پر محمدؒ بن قاسم کی قیادت میں اترا۔ وہ ایسے ہی پاکیزہ نفوس پر مشتمل تھا جو جمود و تقلید کی ان پابندیوں سے بالکل آزاد تھے۔ جن کو آج کل سنت وبدعت میں فارق اور موجب امتیاز سمجھا جا رہا ہے۔

تحریک اہل حدیث ہند میں

بارہویں صدی کا آخری حصہ رحمت الٰہی کا خصوصی دور معلوم ہوتا ہے۔ عرب و عجم میں تحریک اصلاح و تجدید کا آغاز اس وقت ہوا۔ عرب کی مشرکانہ رسوم اور بدعات اگر زمانہ فترت کی یاد کو تازہ کر رہی تھیں تو ہندوستان میں بھی مغل حکومت کے آثار قدیم جاہلیت سے کچھ کم نہ تھے۔ وقت کی آواز پر بعض اہل ہمت نے کام شروع کیا۔ کام کے مختلف شعبے تھے۔ اشاعت توحید' حدیث کی تدریس اور سنت کی علمی اور عملی اشاعت۔ یورپ سے آنے والے خطرات کا

انسداد اور اندرون ملک کی غیر مسلم طاقتوں سے مناسب مقابلہ۔ شرک و بدعت کے خلاف یہ ضرب اتنی کاری تھی اور یہ اپریشن اتنا سخت تھا کہ اچھے اچھے اہل توحید بھی اس کی تاب نہ لا سکے۔ اخوان دیوبند میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب مغفور کا مقام کتنا بلند ہے۔ تقویۃ الایمان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

> وفي محق الرسومات كتاب للشاه اسماعيل رحمه الله تعالى سماه ايضاح الحق الصريح وهو اجود من كتاب تقوية الايمان فانه يحتوى على مضامين علمية وكتاب تقوية الايمان فيه شدة فقل نفعه حتى ان بعض الجهلة رموه بالكفر من اجل هذا الكتاب (فیض الباری ص ۱۷۰ ج ۱)

ردبدعات میں شاہ صاحب شہید ؒ کا رسالہ ایضاح الحق تقویۃ الایمان سے بہتر اور علمی انداز سے لکھا گیا ہے۔ تقویۃ الایمان میں سختی زیادہ ہے اس لئے اس کا فائدہ کم ہوا اور بعض جاہلوں نے اسی وجہ سے مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔"

مولانا انور شاہ صاحب وسعت نظر کے باوجود مقام تجدید کی اس رفعت کو نہیں پا سکے ایضاح الحق میں جس گروہ کو مخاطب فرمایا گیا ہے وہ اور ہے اور تقویۃ الایمان کا مخاطب بالکل دوسرا گروہ ہے۔ جن بیماروں پر تقویۃ الایمان کا عمل جراحی کیا گیا ہے وہ ایضاح الحق والوں سے بالکل جدا ہیں۔ اس لئے تقویۃ الایمان میں تخاطب کے لئے جو زبان استعمال فرمائی گئی ہے وہ دوسری کتابوں میں استعمال نہیں فرمائی گئی۔ حالانکہ اس وقت تصنیف و تالیف کی عام زبان یا عربی تھی یا فارسی۔ مجدد وقت چونکہ علم کے بازار میں نمائش کے لئے نہیں آتا اس لئے نہ وہ علمی مصطلحات کی پرواہ کرتا ہے نہ فصاحت و بلاغت کی نمائش۔ بلکہ وہ اپنے مقاصد کی زبان سے بولتا ہے گو فرحین بالعلم اسے پسند نہ کریں۔

حضرت شاہ صاحب نے عرب کی حرکت اصلاح کے قائد شیخ الاسلام محمد ؒ بن عبدالوہاب

پر بھی توجہ فرمائی ہے' فرماتے ہیں:

اما محمد بن عبدالوهاب النجدی فانه كان رجلا بليدا قليل العلم فكان يتسارع الى الحكم بالكفر الخ (فیض الباری ج ۱۔ ص ۱۷۱)

"محمد بن عبدالوہاب کم علم اور کند ذہن تھا۔ تکفیر میں بڑا عجلت پسند تھا۔

معاملہ یہاں بھی وہی ہے کہ حضرت شاہ" صاحب' محمد" بن عبدالوہاب سے ان اصطلاحی مناقشات کی توقع رکھتے ہیں جو شائد کسی مدرس کے لئے بھی چنداں مناسب نہ ہوں۔ محمد بن عبدالوہاب اپنے سامنے ان مقاصد کو رکھتے ہیں جن کی تکمیل ان کو تفویض کی گئی تھی۔ اس غبی کو دیکھئے کہ اس نے پورے جزیرۃ العرب پر اپنا اثر ڈالا اور ایک دینی حکومت کی بنیاد ڈالی جو اپنے ماحول میں کافی اثر و رسوخ رکھتی ہے۔ اور ہمارے ذکاء و فطانت کا یہ حال ہے کہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھی پوری ایک صدی کے مرنے والوں کے عیوب کی تلاش میں اپنے علم کی رفعت سمجھتے ہیں۔ اور اپنے ماحول میں ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کر سکے۔

غرض توحید و سنت کی اشاعت میں ارباب توحید کا حملہ اتنا سخت تھا کہ اس کی شدت سے حضرت شاہ" صاحب جیسا وسیع النظر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا (1)۔

---

(1) کشمیر میں مولانا انور شاہ صاحب کے معتقدین نے ابھی تک شیئاً للہ کا پڑھنا نہیں چھوڑا۔ کیونکہ موصوف نے اس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا تھا۔ لاہور میں ایک دفعہ شیئاً للہ کے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ جس پر بڑا چرچا ہوا۔ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے مجھ سے بڑی خفگی کے لہجہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اس پر میں نے مرحوم کو خط لکھ کر دریافت کیا تو جواب آیا میں نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت گنگوہی کے اس میں دو قول ہیں۔ میں حقیقت سمجھ گیا اور الجواد یکبو کہہ کر خاموش ہو گیا۔ رحمہ اللہ وعافاہ عنہ۔ (مدیر)

فیض الباری ج ۲ ص ۴۶۶ میں ہے علامہ کاشمیری" فرماتے ہیں کہ اس وظیفہ پر اجر و ثواب نہیں۔ تاہم دم کے طور پر نفع و فائدہ ہوتا ہے (ملخصا) مولانا تھانوی نے بھی صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لئے اس وظیفہ کے جواز کی گنجائش رکھی ہے۔ امداد الفتاوی ج ۵۔ ص ۳۵۲ مگر مولانا رشید احمد گنگوہی" اس کے کسی صورت جواز کے قائل' نہیں بلکہ لکھتے ہیں: "پڑھنے والا اس جملہ کا تقریبا اور شرت دینے والا اس کے جواز کا اعتقادا آثم بلکہ مشرک ہے" فتاوی رشیدیہ ص ۹۴' اس کے بعد انہوں نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ارشاد الطالبین سے اس کے شرک و کفر ہونے کی عبارتیں نقل کی ہیں۔ (اثری)

تقویۃ الایمان کی قلت منفعت کے متعلق شاہ صاحب نے یہ کیا فرمایا کہ اس کی وجہ سے جہلاء نے مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر کی۔ داعیان توحید میں حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت خاتم نبوت صلے اللہ علیہ وسلم تک کون ہے جس کی ان جہلاء نے تعریف کی ہو۔ جب انبیاء کا یہ حال ہے تو بے چارے سید شہیدؒ کس قطار میں ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

فیض الباری کی نسبت میں نے حضرت شاہ صاحب کی طرف اس لئے کی ہے کہ ناشرین کتاب نے اسے ان کی ذات گرامی کی طرف منسوب فرمایا ہے ورنہ کتاب میں چند ایک مباحث کے سوا کوئی ایسی خوبی نہیں۔ "رسومات" اور "مضامین" کے بالکل ہندوستانی پیوند ہیں۔ پوری کتاب میں یہی انداز تحریر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا تحت اللفظ عربی ترجمہ کیا گیا ہے۔ دراصل یہ مولوی بدرؒ عالم کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے جسے شاہؒ صاحب کے امالی کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔ عرف الشذی بھی جو ترمذی کے حواشی کے طور پر شائع ہوئی ہے اسی قسم کا تجربہ نہیں ہے؟ عفا اللہ عنا وعنی وعن کافۃ المسلمین۔

اہل حق اور دعوت حق کی راہیں

اہل حدیث کا مسلک ایک حرکت تھی جو افراط و تفریط کے ہر دور میں پیدا ہوتی رہی۔ جس کے داعی ماحول سے بے نیاز ہو کر دعوت الی الحق کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ نہ اپنی پرستش کرائی اور نہ حتے المقدور کسی کو بھٹکنے دیا۔ توحید و سنت کی دعوت کا ذکر اوپر مختصر ہو چکا ہے۔ یورپین تغلب اور رومن قوانین کے استبداد کا مقابلہ بھی اپنی بساط کے مطابق پوری بے جگری سے کیا گیا۔ اس راہ کی ساری صعوبتیں برداشت کر لی گئیں۔ جہاد و ہجرت ایسے امتحانات اس خلوص اور کامیابی سے برداشت کئے۔ کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو گئی۔ جہاں تک میرا ناقص علم کام کرتا ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ روح بحمد اللہ جماعت میں اب تک موجود ہے۔ ضعیف قیادت حالات کی ناسازگاری' اسباب و ذرائع کا فقدان جس طرح تمام دنیاء اسلام پر اثر انداز ہے۔ اہل حدیث بھی اس سے محفوظ نہیں۔ مگر یہ روح ناپید نہیں اور نہ ان شاء اللہ ناپید ہو سکے گی۔

ناصرین ملت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی اور امام الاتقیاء حضرت مولانا حافظ

عبداللہ صاحب غازی پوری اور ان کے بہت سے رفقاء اسی شمع کے پروانے تھے ان کی زندگیاں اسی راہ میں ختم ہوئیں۔ ان کا وحید مقصد حیات یہ تھا کہ ہندوستان میں خلافت راشدہ اور قرون خیر کا نمونہ دیکھ سکیں۔ دنیا کی نبض پر اولیاء الشیطان کی بجائے عبادالرحمان کا ہاتھ ہو۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تاسیس بھی انہی مقاصد کے لئے تھی۔ جن کا تذکرہ اوپر ہوا۔ سو کانفرنس نے پروگرام کی تیسری شق کے متعلق بہت تھوڑا کام کیا اور شاید آئندہ بھی بہت ہی تھوڑا کام کر سکے۔ لیکن اعیان اہل حدیث نے مختلف طریقوں سے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ مجلس خلافت' کانگرس' احرار میں یہ لوگ سابقین میں رہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ علیہ نے اتنا کام کیا کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ بلکہ خاکسار تحریک جیسی لا دینی تحریک میں ہمارے دوست اس جوہر کی تلاش میں گئے۔ ایک معقول طبقہ نے کانفرنس سے اس لئے بے اعتنائی برتی کہ اس کے لائحہ عمل میں مذہب کے اس شعبہ کو اہم حیثیت نہیں دی گئی تھی۔ اور یہاں یہ چیز خمیر میں سموئی گئی تھی کہ خدا و رسول کے سوا کوئی اطاعت قبول نہیں کی جائے گی۔

اتظن سلمی اننی ابغی بها بدلا
اراها فی الضلال تهیم

اس وقت بھی کانفرنس اگر پوری جماعت کی نمائندگی کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنے پروگرام میں اتنی وسعت کرنا پڑے گی کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں جماعت کی رہنمائی کرے۔ وعظ و مناظرات سے جو فائدہ ہوا ہے اس کے تحفظ کے لئے یہ از بس ضروری ہے۔

اصلاح حال کی دو ناکام راہیں

۱۹۵۷ء کے بعد اعیان جماعت کی یہ کوششیں بہت مختصر ہونے لگیں۔ حکومت کے استبداد نے اس راہ میں مشکلات کا ایک سمندر پیدا کر دیا اس لئے بعض مصلحین نے بیعت توبہ اور عرفی تصوف کے ذریعہ اصلاح حال کی کوشش کی۔ خیال تھا کہ شاید اطاعت و انقیاد کی روح اس طریق سے محفوظ رہ سکے۔ لیکن تجربہ نے بتایا کہ اس کی حیثیت بھی کرامت نمائی اور تعویذ گنڈوں کی

دکان سے زیادہ نہیں۔ بلکہ وقت کے تقاضوں کا پورا ہونا تو اپنی جگہ پر رہا' اس سے شرک کے وہی جراثیم پیدا ہونے لگے جن کی تباہی نبوت کے اہم مقاصد سے ہے اور ہندوستان میں تحریک توحید کا سب سے بڑا شاہکار۔

دوسری راہ بیعت امارت کی تھی۔ چونکہ حفظ نظم کے لئے جس قوت کی ضرورت تھی۔ وہ یہاں بالکل ناپید تھی۔ اس کا تجربہ مولانا رحیم آبادی نے زیادہ تر بنگال میں کیا۔ مگر یہ نظام مقصد کے لحاظ سے چنداں مفید ثابت نہ ہو سکا۔ پنجاب اور دہلی میں یہ تجربہ اور بھی ناکام ثابت ہوا۔ یہاں پر امارت نے ایک پیشہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ بعض نوجوانوں نے اسے زکوۃ خوری کے لئے ایک بہانہ بنا لیا۔ مستحقین سے چھین کر غیر مستحق اسے اپنی شہوات کا ذریعہ بنا رہے ہیں۔ جو لوگ وعظ فروشی سے روٹی نہ کما سکے وہ امیرالمومنین بن کر آرام سے گزر کرنے لگے۔ کون نہیں جانتا کہ کسی شخص کا نام امیرالمئومنین رکھ لینے سے شرعا امارت کا منشا پورا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس بہانہ سے موت جاہلیت کی وعید سے بچا جا سکتا ہے۔

امارت خاصہ

بعض ہمارے سادہ لوح دوستوں نے ایسی اختراعی امارتوں کو امارت خاصہ کا نام عطا فرمایا ہے اور اس سے استدلال کے گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی خواہش ملازمت اور حضرت جعفر کی ہجرت حبشہ کی قیادت سے اگر شرعی امارت ثابت ہو سکے تو شائد کل کوئی من چلا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رسالت یمن سے رسالت خاصہ کی اصطلاح بھی وضع کرے تو کیا تعجب ہے۔ ولا مشاحۃ فیہ لیکن غرض مقصد سے ہے نہ کہ الفاظ و مصطلحات کے اطلاق سے' استدلال کی سخاوت کا یہ عالم ہو تو استرجاع کے سوا کیا چارہ ہے۔ میری دانست میں اصلاح کی یہ راہ بھی تاحال ناکام ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

ہمارے اسلاف اور ان کا طریق کار

سیدی نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کے ترجمان وہابیہ' ابکار المنن' القالہ الفصیحہ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل کی کیفیت کیا ہے اور ان کے ماحول کے مقتضیات کیا ہیں۔ کہیں دل کی کہنے کی کوشش فرماتے اور کہیں ماحول سے مجبور ہو جاتے

ہیں۔ لیکن مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی ماحول سے پورے متاثر ہیں۔ وہ اپنی کمزور پالیسی کی دعوت پوری قوت سے دیتے ہیں۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب زید مجدہ "اہلحدیث" کے صفحات میں سنجیدگی سے بہت کچھ کہہ جاتے ہیں۔ لیکن اس جماعت منجمدہ کے لئے یہ مسہل کافی نہیں۔ قوی مسہل چاہیئے۔

جنگ عظیم اور سیاسی تحریکات

جنگ عظیم کے بعد حکومت کی سیاسی مصالح کی وجہ سے ملک میں ایک ہیجان سا پیدا ہوا۔ رولٹ ایکٹ مارشل لاء کی وجہ سے ملک کی آنکھیں کھلیں۔ جو چیزیں چھپ چھپا کہی جاتی تھیں کھلے عام پر کہی جانے لگیں۔ فرق اتنا ہوا کہ جس چیز کے لئے بیرون ہند پر نگاہیں لگی ہوئی تھیں اس کے لئے اندرون ہند میں کئی جماعتیں بن گئیں۔ کئی سیاسی جماعتیں کھلے طور پر ملک میں کام کرنے لگیں۔ اہل حدیث عماید اور عوام ان اداروں مین کام کرنے لگے۔ خالص تبلیغی جماعتوں کو چھوڑ چھاڑ کر ان سیاسی مراکز میں پیش پیش نظر آنے لگے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اپنے نہج پر کام کرتی رہی۔ اور سیاسی مزاج کے لوگ مختلف اداروں میں چلے گئے۔ اس مخلصانہ تگ و دو سے ہمارے اہل حدیث نوجوانوں میں بے تدبر بھاگ دوڑ طبیعت ثانیہ بن گئی ہے کوئی تحریک شروع ہو یہ حضرات اس کے لئے چشم براہ ہوتے ہیں۔ ادھر تحریک شروع ہوئی ادھر یہ حضرات اس میں کود پڑے۔ میرے تعجب کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ بعض مخلص اہل حدیث خاکسار تحریک میں شامل ہوئے اور چپ و راست کا وظیفہ کرنے لگے۔ حالانکہ یہ تحریک لادینی ہونے کے علاوہ اس میں اساسی طور پر کوئی ایسی چیز نہیں جو ایک اہل حدیث کے لئے جاذب ہو سکے۔ مجھے اپنے نوجوان دوستوں کے خلوص اور حسن نیت پر کوئی شبہ نہیں۔ مجھے ان کی قوت عمل پر بھی کچھ اعتراض نہیں۔ اعتراض صرف ان کی قوت فکر پر ہے۔ رنج صرف یہ ہے کہ ان تازہ دماغوں میں عاقبت اندیشی کا مادہ کیوں نہیں؟ وہ کام کرنے کے بعد کیوں سوچنا شروع کرتے ہیں؟ کام سے پہلے کیوں نہیں سوچتے؟

لاہور احرار کانفرنس

لاہور کی احرار کانفرنس میں چونیاں اور علاقہ فیروز پور کی اہل حدیث جماعتیں جو مولوی عبدالرحیم صاحب وغیرہ کی قیادت میں شریک اجلاس ہوئیں۔ صدر کا جلوس فوجی بینڈ کی تانوں میں نکل رہا تھا۔ ہمارے اہل

حدیث نوجوانوں کے جنود جھوم جھوم کر کبھی جلسہ کے انتظامات کو سرانجام دیتے تھے۔ اور کبھی مطبخ کی خدمت کرتے تھے اور ہم ایسے قدامت پسند ندامت سے زمین میں دھنسنے کی سوچ رہے تھے۔ اور ہمارے یہ نوجوان دینی بھائی ہمیں اس نفرت سے دیکھتے تھے کہ شائد ہم آزادی ہند کے بدترین دشمن ہیں اور نہایت ہی تنگ خیال۔ مگر دراصل یہ نوجوان اور تازہ دماغوں کی لغزش تھی۔ آزادی ہند' جلوسوں اور بینڈوں سے نہیں ہوتی۔ اس کے لئے خون کی ندیاں درکار ہیں۔ اور اس سے پہلے مضبوط دینی نظم جو کتاب و سنت کی روشنی میں مرتب ہوا ہو۔ یہ سارا خواب افسانہ ہو کر رہ گیا۔ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اس کے بعد یہ نامی مجاہدین اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا محمد علی لکھوی نے مدینہ منورہ کی راہ لی۔ مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی احرار سے الگ ہو گئے ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

مخلص دوستوں کے نظم و اطاعت کے تمام جوہر دوسرے اداروں میں جا کر ظاہر ہوئے اور اپنی جماعت میں کارکن مفقود۔ اپنے اداروں میں ہم لوگ یوں بیگانہ ہو گئے اور جس کان نمک میں ہم گئے وہاں بھی نمک بننا نصیب نہ ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دوسری جماعتوں میں ہم بہتر کارکن ثابت ہوتے' مالی اور جانی ایثار کے لئے ہم بے نظیر سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اپنے معاملہ میں بخل' بزدلی' سوء ظن' عدم اطاعت ہمارے وہ خواص ہیں جن میں ہمارا کوئی شریک نہیں۔ یہاں گوجرانوالہ میں میرے ایک مخلص دوست ہیں۔ جن کے حسن نیت اور صحت عقیدہ پر مجھے کوئی شبہ نہیں لیکن ان کا یہ حال ہے کہ وہ صبح سوشلسٹ ہیں تو رات احراری۔ آج خاکسار ہیں تو کل جماعت اسلامی کے عاشق۔ غرض کندھے سے کبھی بستر رکھتے نہیں۔ اور دو متضاد عقیدوں سے ہر ایک کو وہ اتنی جلدی قبول کرتے ہیں۔ جسے عقل قریباً ناممکن سمجھتی ہے۔ اپنے نوجوان دوستوں سے گزارش ہے کہ حریت فکر کا یہ واقعی تقاضا ہے کہ آپ ہر تحریک پر غور کریں لیکن رخت سفر باندھتے ہوئے اور ہم سے جدا ہوتے ہوئے ذرا اپنا موقف

دیکھیں اور انجام پر صحیح غور کریں۔ غالباً جس گوہر نایاب کی تلاش میں آپ خانہ بدوش ہو رہے ہیں وہ آپ کو اپنی جماعت میں بھی مل سکے گا اور شائد زیادہ آبرو سے۔

جماعت اسلامی اور اہل حدیث

خاکسار تحریک کی جگہ اس وقت بتدریج اسلامی تحریک لے رہی ہے۔ کانگرس ' لیگ' سوشلزم کے متعلق مولانا ابو الاعلیٰ نے اچھا اور مفید لٹریچر شائع کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارے دوست پٹھان کوٹ کے لئے پا بر کاب ہیں۔ بلکہ بہت سے حضرات وہاں پہنچ چکے ہیں۔ مولانا نے رجب تا شوال کے ترجمان میں غالباً بہت تنگ آ کر فرمایا۔ "بجائے اس کے کہ آپ مجھے اپنے طریق پر کھینچیں میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگ خود اپنی جگہ بہت ٹھنڈے دل سے تحقیق کر لیں کہ آیا فی الواقع سنت کی پیروی کی وہی شکل صحیح ہے جو اہل حدیث حضرات نے اختیار کی ہے"۔ معلوم نہیں مولانا مودودی صاحب کس خاص شکل کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں؟ جہاں تک دیانت کا تعلق ہے ہم لوگ کوئی دکانداری نہیں کر رہے۔ بلکہ سنت کی جو صحیح صورت سمجھتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ بلکہ رسائل و مسائل کے باب میں مولانا نے جو کچھ تقلید و عدم تقلید کی بحث میں فرمایا ہے قریباً وہی اہل حدیث کا مسلک ہے۔ اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھنے اور اس کے لئے پروپیگنڈا کرنے کے لئے جس لب و لہجہ کی ضرورت ہے اسے علیحدہ کرنے کے بعد مجھے اہل حدیث کے دیرینہ خادم ہوتے ہوئے اس سے کوئی اختلاف نہیں بلکہ تعجب ہو رہا ہے کہ جب خیالات کی یہ کیفیت تھی تو الگ جماعت بنانے سے کون سی مصلحت پیش نظر رکھی گئی ہے۔ جہاں تک میری رائے ہے اگر مولانا غور فرماتے تو بڑی آسانی سے اہل حدیث میں سما سکتے تھے۔ مگر مصالح کا تقاضا یہی ہوا کہ الگ حلقہ ہی کام کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ تو میں اہل حدیث دوستوں سے عرض کروں گا کہ وہ مولانا کو کھینچنے اور دق کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنی جماعت میں رہ کر تعاون علی البر کا فریضہ ادا کریں۔ اگر آپ اپنی ساخت کے لحاظ سے ایک قالب میں فٹ نہیں آ سکتے تو قالب کو توڑنے کی کوشش نہ کیجئے پا بر کاب ہونے کی بجائے یہیں اپنی اور اپنے اداروں کی اصلاح کریں اور اس شدر حال کی عادت کو چھوڑ دیجئے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں آپ کی توجہ سے بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ تعطل کی صورت جو اس وقت بظاہر نظر آ رہی ہے۔ اس کی ذمہ داری بہت حد تک مخلص کارکنوں کے فقدان پر ہے۔ ہر صوبہ میں کام کے لئے بڑا وسیع میدان ہے۔ اس لئے میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ آپ دوسری تحریکات کی طرف بھاگیں۔ وہاں جا کر ڈیڈ لاک پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اہل حدیث کی حرکت کا پہلا یہ اثر ہوا تھا۔ کہ رسمی احناف اور اہل حدیث کے درمیان ایک قریبی برزخ پیدا ہوا۔ جس کی قیادت دارالعلوم دیوبند کے ہاتھ میں تھی۔ اب دیوبندی جمود اور اہل حدیث کے درمیان یہ ایک دوسرا قریبی برزخ پیدا ہوا ہے۔ جس کی قیادت مولانا ابوالاعلیٰ فرما رہے ہیں۔ ایسے وقت میں جب تحریک اپنی کامیابی کے مراحل طے کر رہی ہو تو ہوشمندی سے اس کی نگہداشت ہونی چاہیے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں آپ خود سراسمہ ہو رہے ہیں۔ عمل کی راہیں پیدا کرنا اور نامناسب عناصر کی اصلاح کرنا ہونہار نوجوانوں کا کام ہے۔

صحیح طریق پر کام کے بعض غلط فہمیوں کو رفع کرنا ہمارا فرض ہے۔ مولانا ابو الاعلیٰ صاحب نے ایک مقام فرمایا ہے:۔ کہ میں مسلک اہل حدیث کو اس کی تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں او یہ یا شافعیہ کا پابند"۔

معلوم نہیں کی لفظ "تفصیلات" سے کیا مراد ہے۔ جہاں تک وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ اہل حدیث نے اپنی فروعی تفصیلات کے لئے پابندی کی کبھی دعوت نہیں دی۔ دیانۃً جو سمجھ میں آیا اس پر عمل کرنے سے جو شورش و ہیجان کی صورت پیدا ہوئی تو مدافعت ضرور کی گئی۔ اور اس مدافعت سے شائد کوئی تحریک بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ مناظرات سے کتنا ہی بھاگئے اس کی کوئی نہ کوئی صورت سامنے ضرور آ جائے گی۔ بلکہ مخصوص اجتہادی مسائل میں تنگ ظرفی کے خلاف اہل حدیث نے ہندوستان میں بہت حد تک کوشش کی۔ اور مولانا سے زیادہ اسے کون جانتا ہو گا؟ معلوم نہیں مولانا کو اس کے اظہار کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوئی۔ جبکہ جماعت کا یہ مقصد ہی نہیں اور نہ اس کے لئے دعوت۔

موجودہ پروگرام جماعت اسلامی کے موجودہ پروگرام کا اس وقت جہاں تک علم ہو سکا ہے' اچھے سلجھے ہوئے دماغوں اور پاکیزہ روحوں کی تلاش کے سوا کچھ نہیں۔ ارواح وادمغہ کے لئے ایک موزوں اکتشافی ادارہ ہے۔ اگر اچھے دماغ اور پاکیزہ روحیں اسی مقدار میں مہیا ہو گئیں جو نظام باطل کے ساتھ ٹکر لے سکیں تو شائد ایسا کسی وقت ہو جائے۔ ورنہ وہ نہایت اچھا لٹریچر شائع فرما رہے ہیں۔ اور اگر وہ اسی قدر پر کفایت فرما دیں تو یہی ضرورت کی چیز ہے اور بہت کافی۔ توحید و سنت کے متعلق جو کچھ مولانا شائع فرما رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ برسوں پہلے اہل حدیث کہہ چکے ہیں۔ اور نظام باطل کے ساتھ لڑنے کے لئے نہ ان کے پاس کوئی خاص سامان ہے نہ اہل حدیث کے پاس۔ البتہ طریق کار اور پروپیگنڈا میں ایسی غلط روش نہیں ہونی چاہیئے۔ جس سے خواہ مخواہ عناد کی روح پائی جائے۔

"کوثر" ۲۱ جنوری میں مولوی حکیم اشرف صاحب ویرو والی کا ایک مضمون "مولوی فاضل کی تیاری" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ مضمون کے الفاظ اور ظاہری مطلب سے اختلاف نہیں۔ جس ذہنیت کی بو اس میں پائی جاتی ہے۔ وہ کلمہ حق ارید بھا الباطل کی زندہ مثال ہے۔ جہاں بھی مناظرات ہوتے ہیں اور غیر مسلم ثالثوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ وہاں رفع نزاع کے لئے یہ ایک حیلہ ہوتا ہے۔ جسے خوشی سے منظور نہیں کیا جاتا۔ اس کی صورت ایسی ہے جیسے قرآن حکیم نے سورہ مائدہ میں غیر مسلم کی شہادت کو منظور فرمایا ہے۔ جب مسلم نہ مل سکے۔ اب اس پر عمارت کھڑی کر دی جائے کہ فلاں صاحب نے غیر مسلم کو گواہ بنا لیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر مولوی حکیم اشرف صاحب کے خیالات بدل چکے ہیں تو کوئی حرج نہیں' اولاً ان کو اس کا کھلے طور پر اعلان کرنا چاہیئے من یعبد اللہ علی حرف کی صورت نہیں رکھنی چاہیئے۔ اس سے اپنے اور غیر دونوں دھوکے میں رہتے ہیں اور کچھ چڑ بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ نئی جماعت کو آپ کے آنے سے فائدہ ہو گا اور آپ کے پرانے رفیقوں کو کوئی خاص خسارہ نہ ہو گا۔

اسی طرح برادر محترم عزیز صاحب نے ۱۲ فروری ۴۵ء کے "کوثر" میں ایک شذرہ تحریک سید احمد شہید" کے عنوان سے لکھا۔ جس کے آخر میں فرماتے ہیں کہ "موجودہ دور میں

اہل حدیث حضرات نے خدا اور رسول سے کچھ فیصدی پر سمجھوتہ کر لیا ہے کہ اتنی فیصدی کتاب و سنت کے لئے اور باقی نظام باطل کے لئے"۔ خدا ہی جانتا ہے کہ ہم نے نظام باطل کے ساتھ کہاں تک سمجھوتہ کیا ہے۔ اور نظام باطل کہاں تک ہم پر خوش ہے۔ البتہ نظام باطل کو اتنا تھکایا ضرور ہے کہ آئندہ سمجھوتہ کرنے والوں کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔ حالانکہ حضرت عزیز نے بھی نظام باطل سے تا حال "کوثر" کے ڈکلریشن اور "کوثر" کے لئے ٹکٹوں پر ہی سمجھوتہ کیا ہے۔ توپیں ابھی وہاں بھی نہیں داغی گئیں۔

میری گزارش کا مقصد یہ ہے کہ تیر و نشتر کے طنزیہ فقرات تبلیغ کا اسلامی طریقہ نہیں۔

قرآن عزیز نے سنسمه علی الخرطوم۔ ویل لکل افاك اليم - قل يا ايها الكفرون کی کھلی راہ کو مذموم نہیں سمجھا۔ لیکن لمزو ھمز کی راہ اور اس طریقہ تبلیغ کے لئے ویل فرمایا ہے۔ اس لئے مقصد یہ ہے کہ پروپیگنڈا کے لئے کوئی بہتر صورت اختیار کی جائے۔ تا کہ آپس میں چڑ کی صورت نہ پیدا ہو۔ ورنہ عزیز صاحب یقین فرمائیں۔ دل ان کے ہاتھ نہیں ہیں۔ وہ صرف قلم کے مالک ہیں۔ والسلام!

حافظ محمد زکریا اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کے

جواب میں

چند دن ہوئے میں نے ایک مضمون اس سراسیمگی سے متاثر ہو کر لکھا تھا۔ جو نوجوانوں میں جدید تحریکات کے متعلق پائی جاتی ہے یہ حیرت آمیز اور غیر فکری تگ و دو عام مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن میں نے صرف اہل حدیث نوجوانوں کو مخاطب کیا تھا۔ میرا خیال تھا ان لوگوں میں قبول حق کے لئے فکری صلاحیتیں نسبتہ بہتر ہیں۔ شخصی افکار کے لئے ان کے خمیر میں چونکہ عصبیت اور ضد نہیں۔ اس لئے ان کے دماغ ایک حد تک صاف ہیں اپنے طبعی رجحانات کے لحاظ سے بھی مجھے چونکہ جماعت اہل حدیث ہی سے تعلق ہے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ اپنے بھائیوں پر حرف گیری کا مجھے کچھ حق ہے۔ باقی مسلمان امید ہے کہ العاقل من اتعظ بغیرہ پر عمل کریں گے۔

مقصد یہ تھا کہ قبول حق کے لئے آمادگی اچھی چیز ہے۔ لیکن عواقب سے بے فکری اور وقتی تحریکات میں غیر شعوری آمد و رفت، مستقبل میں اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ اس لئے قوت فکر کے استعمال کی عادت سیکھنی چاہیئے۔ فاضل مدیر "اہلحدیث" نے اسے سب میری ذمہ داری پر شائع فرما دیا۔ آج مورخہ ۱۲۔ ربیع الثانی ۶۴ھ کے "کوثر" میں محترم حافظ زکریا صاحب نے اس کے متعلق متانت اور سنجیدگی سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اور بقول محترم مدیر "کوثر" میری غلط فہمی رفع فرمانے کی کوشش فرمائی، للہ درہ وعلی اللہ اجرہ، اظہار خیال میں جس شرافت اور سنجیدگی کا ثبوت دیا گیا ہے اس کے لئے اپنے محترم مخاطب کی فطری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے، اس ماحول کا بھی شکر گزار ہوں، جس میں ان کی تربیت ہوئی۔ میرے سطحی خیالات پر انہوں نے پوری دقت نظر سے غور فرمایا۔

تحریکات کے متعلق میرا خیال

اصل مقصد خدمت اسلام ہے۔ اصلاحی تحریکات ذیلی اور ضمنی سفر ہیں جنہیں ناگزیر حالات میں اختیار کرنا پڑتا ہے ان کا ظہور اور عروج بلکہ نشوونما محض اللہ تعالیٰ کی مشیت اور توجہ پر موقوف ہے۔ جب زمین میں مفاسد بڑھنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ بعض نیک دل لوگوں کے دل میں ڈال دیتا ہے وہ اصلاح حال کے لئے میدان میں آجاتے ہیں۔ نجد میں وہابی تحریک' الجزائر اور تیونس میں سنوسی تحریک' جمال الدین افغانی کے سنہری کارنامے اور ہندوستان میں سید شہید کے اعمال صالحہ اس کے کھلے نظائر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کمزور آدمیوں کو کن ناخوشگوار حالات میں کام کی توفیق عطاء فرمائی' تحریک کبھی اپنا پروگرام مکمل کرنے کے بعد خود بخود ختم ہو جاتی ہے' کبھی اس کے پروگرام کی جامعیت اس کو مستقل حیثیت عطا کر دیتی ہے' کبھی ناخوشگوار حالات اس کی راہ کو روک دیتے ہیں۔ ان میں وہ عوارض بھی شامل کئے جا سکتے ہیں جن کا ذکر محترم نقاد نے اپنے ارشادات میں فرمایا ہے۔ ہر تحریک کا ہمیشہ زندہ رہنا ضروری نہیں۔ لیکن اس کی قبل از وقت موت ناخوشگوار خطرات کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے اگر حوادث روزگار کسی تحریک کو قبل از وقت ختم کرنا چاہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان ناہموار حوادث کا مقابلہ کریں اور تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ یہ میرے ذاتی خیالات ہیں۔ معلوم نہیں کہ فلسفہ اجتماع کا اس کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ میرا پختہ یقین ہے کہ حوادث زمانہ تحریک اہل حدیث کو قبل از وقت ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ میرے اہل حدیث دوست اس غلطی میں زمانہ کی اعانت فرما رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ زمانہ سے جنگ کی جائے۔ زمانہ اس کے خلاف جن سازشوں سے کام لے رہا ہے انہیں ناکام بنا دیا جائے۔ وقت کو مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارا ساتھ دے۔ فلسفہ اجتماع کے قوانین اگر ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ تو ہم نظیر قائم کریں کہ یہ قوانین جب حق سے متصادم ہوں تو انہیں بدلا جا سکتا ہے۔ ہمیں ایک نجومی کی موت نہیں مرنا جو ستاروں کی حرکات کو اپنے خلاف دیکھ کر قبل از وقت مرنا شروع کر دیتا ہے۔

اہل حدیث سے کیا مراد ہے؟

اس عنوان کے ماتحت حافظ زکریا صاحب نے جو تعریف فرمائی ہے۔ اگر وہ طباعت کی اغلاط سے محفوظ ہے تو وہ معنے خیز تعریف نہیں یا کم از کم میں اسے نہیں سمجھ سکا۔ مسلک کی تعریف میں

افراد کا کامل نظریہ سو اس کی تشریح عمل بالحدیث کے ساتھ نہ یہ منطقی تعریف ہے نہ عرفی۔ نہ ہی یہاں پر کسی فنی تعریف کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا ابوالاعلیٰ فرماتے ہیں۔ "اہلحدیث نے اچھا کام کیا" آپ بھی فرماتے ہیں کہ فقہ اور حدیث کی کتابوں میں "اہل حدیث" کے لفظ موجود ہیں۔ میں بھی اسی موہوم چیز کی حمایت میں گزارش کر رہا ہوں۔ اب آپ فرماتے ہیں کہ "اہل حدیث سے کیا مراد ہے؟" ع

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

واقعی اگر جناب خالص اہل حدیث "ماحول میں پرورش" پانے کے باوجود اہل حدیث کو نہیں سمجھ سکے تو حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۴۷ سے ص ۱۵۲ باب الفرق بین اہل الرای و اہل الحدیث کا مطالعہ فرماویں۔ ابن حزم کی احکام میں سنت کی بحث پڑھیں۔ شیخ الاسلام ابن قتیبہ دینوری کی کتاب تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم و فضلہ کے بعض ابواب دیکھیں۔ الموافقات کی جلد ثالث سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی مانع نہ ہو تو والد خود حضرت مولانا نیک محمد صاحب کی طرف مراجعت فرماویں۔

مختصر یہ ہے کہ مسلک اہل حدیث میں استنباط مسائل کے لحاظ سے نصوص کتاب و سنت کو اولی مرتبہ حاصل ہے۔ فہم نصوص میں سلف یعنی صحابہ کے طریق کا التزام ضروری ہے۔ اشخاص اور افراد امت کے طریق فہم کو یہاں کوئی اساسی حیثیت حاصل نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نہ یہاں تقلیدی جمود ہو گا' اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے لئے عصبیت۔ عوام علماء کی طرف اسی نکتہ سے رجوع کریں گے اور علماء کا مطمح نظر نصوص کتاب و سنت ہو گا۔ اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ یہ تحریک قائم بالذات ہے یا قائم بالغیر ع

مینست بنیاد تحریک و بس

اس تجزیہ کے بعد ناممکن ہے کہ کوئی باطل نظام تحریک کے ساتھ ساز گار ہو سکے۔ بلکہ ہر ایسا آئین جو کتاب و سنت کی روشنی میں نہ بنایا گیا ہو اسے درست کرنا یا بدلنا قطعی طور پر ضروری ہو گا۔ جیسے تحریک کا ماضی اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور جب تک جمود اور شخصی

عصبیت دنیا میں موجود ہے۔ نظام باطل اپنی سیاہ کاریوں کے ساتھ دنیا پر مسلط ہے۔ تحریک کو نہیں مٹنا چاہیئے اور نہ ہی ان شاء اللہ مٹے گی اور قدرت اسے بے وقت ناپید نہیں ہونے دے گی۔ اسی لئے میں نے اپنے نوجوان دوستوں سے اپیل کی تھی۔ کہ کود پھاند کی عادت سے تحریک کا خون ناحق اپنے سر پر نہ لیں۔ اور نہ ہی ہر روز نئی قیادتیں پیدا کرنے کی کوشش کریں بلکہ جزوی اختلافات کے باوجود پہلی بنیادوں پر تعمیری کوشش کریں۔ لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ' فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطھرین۔

اس وقت آپ کی یہ حالت ہے اذا مارایۃ رفعت لقوم' تلقاھا عرابۃ بالیمین "کوئی قوم جھنڈا جب کھڑا کرے تو عرابہ اس کی حمایت کے لئے تیار ہو جاتا ہے" یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ دماغی توازن صحیح نہیں۔

محرکات اور مہیجات کا فقدان

اگر واقعی تحریک ان مہیجات اور محرکات سے خالی ہو چکی ہے جو کسی جماعت کو مضبوط اور وحدت کی حیثیت سے قائم رکھ سکتے ہیں۔ تو اس آڑے وقت میں ہمیں پوری وفاداری سے جماعت میں ان خصائص کو پیدا کرنا چاہیئے۔ جو اسے سوسائٹی میں ایک معزز رکن یا اہم عنصر کی حیثیت سے قائم رکھ سکیں۔ نوجوان دماغ جس بھاگ دوڑ کے عادی ہو رہے ہیں ان کی مثال اس ناشکرگزار پرندکی ہوگی جو موسم بہار میں درخت کے پھلوں اور سایہ سے فائدہ اٹھائے لیکن خزاں ہوتے ہی آشیانہ کے لئے سرسبز ٹہنیوں کی تلاش میں بھاگنا شروع کر دے۔

جماعتی ذہن دراصل افراد کے ذہن کی ترقی یافتہ اور ممتزج شکل ہے۔ اگر افراد ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوں تو جماعتی ذہن کی شکایت اپنی شکایت ہی کے مترادف ہوگی۔ اس لئے آپ ایسے مخلص احباب سے یہ امید بے جا نہ ہوگی کہ جماعتی ذہن کو پیدا کرنے اور ان محرکات کو واپس لانے میں اپنی کوششوں کو صرف کریں۔ جن کے زائل ہونے سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے۔ یہ گزارش جناب کے مفروضہ کو تسلیم کرنے کے بعد کر رہا ہوں۔ ورنہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حالات کے جائزہ میں وقت نظر کا ثبوت نہیں دیا گیا حالات اس قدر مایوس

کن نہیں جیسے ظاہر کیا جا رہا ہے اور نہ ہی یہ تجزیہ صحیح ہے۔ جس پر مفروضہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

وقت کی اسپرٹ

یہ صحیح ہے کہ وقت کی اسپرٹ سے ناواقفیت اور متصادم قوتوں سے بے خبری کی موجودگی میں صرف اصول کی گرمی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ صورت حال ہے بھی؟ پیش نظر گزارشات متصادم قوتوں کو محسوس کرتے ہوئے سپرد قلم ہوئی ہیں اور ان پر جہاں جناب نے تنقید کی ضرورت محسوس فرمائی وہاں سینکڑوں درد مند احباب نے اسے پسند بھی فرمایا۔ لیکن اگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ جماعت کی موت افراد کی موت کی طرح ہے اور اس میں اعادہ حیات کی کوئی صورت نہیں تو میں آپ کے مفروضہ کی بنا پر آپ سے اتفاق کروں گا کہ اصلاح کی کوششوں کو یکسر ختم کر کے نئی جماعت کی تشکیل کا سوال سامنے آ جانا چاہیئے۔ اور یستبدل قوما غیرکم کی پاداش کے لئے تیار ہو جانا چاہیے لیکن میں ادب سے گزارش کرونگا کہ حالات کی نوعیت اس طرح نہیں۔ قوم یونس علیہ السلام کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس لحاظ سے جماعت اور قوم کا معاملہ افراد سے بالکل جدا ہے۔ مایوس اور بے امید حضرات سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ یاس اور بے امیدی کا وعظ کہنا چھوڑ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔ من قال هلك الناس فهو اهلكهم (مسلم ج۲۔ ص۳۲۹) یہ بھی آپ کا احسان ہو گا اور جماعت کی اہم خدمت۔

حالات کی ناخوشگواری کو محسوس کرتے ہوئے یہی ایک داعیہ تھا۔ جس کی بنا پر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں ایک خوشگوار تبدیلی کی کوشش کی گئی۔ اور کئی مخلص دوست ان مساعی میں پیہم مصروف ہیں۔ شکر اللہ مساعیہم۔ حافظ ابن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ نے اپنے زمانہ کے متعلق فرمایا تھا۔

> الناس اسراب طير يتبع بعضها بعضا لوظهر
> لهم من يدعي النبوة مع معرفتهم بان رسول الله
> ﷺ خاتم الانبياء اومن يدعي الربوبية لوجد على

ذلک اتباعاوا شیاعا۔ (تاویل مختلف الحدیث ص ۱۳) " لوگ پرندوں کے غول کی مانند ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے اڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی نبوت اور خدائی کا مدعی بھی آ جائے تو اسے بھی کچھ نہ کچھ رفیق اور ساتھی مل جائیں گے" یہ حقیقت آج ہمارے نوجوانوں میں کس قدر نمایاں ہے۔

موجودہ اہل حدیث پر ایک نظر

حافظ زکریا صاحب فرماتے ہیں:۔ "اب جب ہم ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو ہماری خواہشات کے علی الرغم جماعتی حیثیت سے ایک بے اثر اور بے روح بلکہ معاف کیجئے ایک بے مقصد اور بے شعور انسانوں کی بھیڑ دکھائی دیتی ہے" حقائق کے بیان میں حافظ صاحب نے جس صاف گوئی سے کام لیا ہے اس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کے غواص قلم نے دل کی گہرائیوں سے جس طرح موتیوں کو نکال کر صفحہ قرطاس پر بکھیرا ہے اور دل کے گوشوں میں جو چیز مستور تھی اس کے اظہار میں ان کی جرات ہزار تحسین کی سزا وار ہے۔ اسے کتنا ہی تلخ سمجھا جائے لیکن یہ صحیح ہے اور ایک مخلص دوست کی دردمندانہ آواز ہے۔ جس کی بنیاد خلوص پر ہے نیک نیتی پر ہے۔ اس کے خلاف میں ایک حرف بھی نہیں کہنا چاہتا۔ بلکہ امرت سر کے ارباب قیادت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ماضی پر ایک تبصرہ ہے۔ جو شھد شاھد من اھلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ع

چیست یاران طریقہ بعد ازیں تدبیر ما

گرفتاران تفسیر سلف و خلف فرمائیں کہ کیا یہ ہماری ہی تصویر ہے؟ میں اس کو صحیح سمجھتا ہوں اور اس کا جواب آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔ اور حافظ زکریا صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ صورت حال ہر جگہ نہیں۔ میرا اپنا خیال یہی تھا لیکن آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس دہلی پر مختلف احباب سے ملنے کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ حالات بحمد اللہ قابل اصلاح ہیں۔ اس لئے آپ کے ارشادات کو کلیۃً پوری جماعت کے متعلق تسلیم کرنے میں مجھے تامل ہے۔ بعض جگہ حالات واقعۃً ناخوشگوار ہیں۔

اہلحدیث کی سرکاری تصدیق

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے خیال میں تو جماعت اپنے مقصد کو اسی دن بھلانے میں مشغول ہو گئی تھی جس دن اس نے سرکار انگلشیہ سے اپنے نئے نام اہل حدیث کی تصدیق کرا دی تھی"۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس راہ میں حکومت سے جو اعانت چاہی گئی وہ بالکل غیر مستحسن تھی اور موجود حالات تو ایسی مساعی کے لئے قطعاً ناساز گار ہیں۔ میں حافظ صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ مندرجہ ذیل گزارشات پر غور فرمائیں یہ کوشش جماعت کی طرف سے نہیں تھی بلکہ یہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی کوشش تھی جو انبالہ کیس اور پٹنہ کیس کے تاثرات سے ہیبت زدہ ہو رہے تھے۔ جبکہ انبالہ کیس کے ملزم جزیرہ انڈیمان کی "سیر" کے لئے بھیج دیئے گئے تھے اور باقی "وہابیوں" کی تلاش حکومت کے پیش نظر تھی۔ جناب کی نگاہ نے صرف ایک عیب کی بنا پر باقی محاسن نظرانداز فرما دیئے۔ ولکن عین السخط تبدی المساویا۔

مولانا بٹالوی کی یہ کوشش المجتهد یخطی ویصیب کے اصول پر سمجھی جانی چاہیے۔ اللہ نہ کرے کہ "اسلامی تحریک" پر یہ دور آئے۔ اگر ایسا ہو تو دنیا دیکھے گی کہ جماعت کے ارباب فکر کہاں تک سوچ سکتے ہیں۔

یہ لفظ اہل حدیث کی تصدیق نہ تھی بلکہ لفظ وہابی سے بریت کے لئے تھی۔ حکومت کی اس غلطی کو رفع کرنا اخلاقی فرض تھا جو مولانا بٹالویؒ نے انجام دیا ورنہ لفظ اہل حدیث تو پہلے ہی موجود تھا جو غلطی رفع ہونے کے بعد باقی رہا۔ تعجب ہے کہ حافظ صاحب "خالص اہل حدیث" ماحول میں تربیت پانے کے باوجود اپنی تاریخ سے اتنا ناآشنا کیوں ہیں؟

اسی تصدیق کے بعد بھی نظام باطل کی تباہی کے لئے اندرون اور بیرون ہند میں جو کچھ ہوا اس کی نظیر جدید تحریکات شائد پوری صدی میں بھی پیدا نہ کر سکیں۔ مولانا رحیم آبادی' حضرت مولانا غازی پوری' مولانا عبدالاول غزنوی' مولانا عبدالواحد غزنوی' مولوی عبدالرحیم صاحب لاہوری' مولوی فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی' مولوی سید اکبر شاہ' مولوی ولی محمد و دیگر

حریت پسند بزرگوں کی کوششیں ہمارے لئے صدیوں تک سرمایہ افتخار رہیں گی ۔

اولائک آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

آپ نے قلم کی ایک جنبش سے اس ساری خونی داستان پر پانی پھیر دیا۔ یہ ایسا قصہ نہیں جس کی تفصیلات قلم کی زبان پر آسکیں۔ ع

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری

مجھے افسوس تھا کہ مصنف "علماء ہند کا شاندار ماضی" نے تاریخ ہند پر بڑا ظلم کیا کہ تحریک ہند کے اصل محرکین کو محض دیوبندی عصبیت کی بنا پر قریبا نظرانداز کر دیا۔ مگر آپ حضرات سے کیا عرض کروں کہ آپ بے خبری میں ایک غلط شہادت دے رہے ہیں۔ ع

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس تصدیق کے باوجود جماعت کے عملی اقدامات پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ مرزائی اور سماجی مناظرات کی وجہ سے تقسیم کار کی ضرورت یقیناً ہوئی مگر جماعت کی اکثریت کا نقطہ نظر وہی رہا۔ میں مجبور ہوں یہ داستاں جتنی مجھے معلوم ہے اس کا اعادہ بھی میری قدرت میں نہیں۔ آپ کی بے خبری پر تعجب ضرور ہے کہ ہماری ہڈیوں پر اپنی بنیادیں رکھنے والے ہم پر مضحکہ اڑائیں۔ تلک الایام نداولها بین الناس۔

نقار خانہ میں طوطی

مجھے معلوم ہے کہ میری حیثیت بقول جناب' نقار خانہ میں طوطی کی ہے مگر اس میں میرا کیا قصور۔ آپ حضرات آنے والے خطرات کی بنا پر مجھے اکیلا چھوڑ گئے ہیں اور اپنے لئے نئے ماحول کے انتخاب میں مشغول ہو گئے تو کیا میں بھی بولنا چھوڑ دوں۔ میں جناب کے اس مشورہ کو قبول نہیں کر سکتا۔

کیا پورے اسلامی پریس میں "کوثر" کی حیثیت طوطی کی نہیں؟ کیا ان حالات میں اپنے فرائض چھوڑ دیئے جائیں؟ کیا اسلامی تحریکات کے نقار خانہ میں آپ کی تحریک طوطی سے زیادہ

حیثیت رکھتی ہے؟ تو کیا پھر مولانا مودودی اور عزیز صاحب اپنا مشن اس لئے چھوڑ دیں کہ نقار خانہ ان کا ساتھ نہیں دے رہا؟ سچ پوچھئے تو اکیلا بولنے ہی میں لطف آتا ہے۔ مگر میں نے امسال اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس میں بہتوں کو بولنے پر آمادہ کر لیا۔

متضاد جذبات

میں اعتراف کرتا ہوں کہ ضعف قیادت کے علاوہ اور بھی نقائص ہیں۔ جن کی وجہ سے بعض حضرات کی فطری قوتیں جماعت کے اندر رہ کر ظہور کا موقعہ نہیں پا سکتیں۔ لیکن میں اس ارشاد کے قبول سے انکار کرتا ہوں کہ صرف ان نقائص ہی کی وجہ سے بعض حضرات دوسری تحریکات میں جانے پر مجبور ہو گئے بلکہ ان نقائص کے ساتھ ان حضرات کی ذہنی شکست بھی اس کی ذمہ دار ہے لزع الخف قبل رویۃ الماء کی عادت انہیں مایوسی کی طرف لے جا رہی ہے اور کل جدید لذیذ کا چسکا بھی انہیں پابرکاب رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ تحریک اسلامی کی اس مختصر سی عمر میں آمد و رفت کا سلسلہ کس طرح بندھ رہا ہے۔ حضرت مولانا منظور نعمانی محترم محمد شاہ صاحب' محترم سید ابو الحسن علی صاحب ندوی' مولانا جعفر صاحب ندوی کپور تھلہ ان میں بعض حضرات تقویٰ' صلاح اور حسن عمل کے لحاظ سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن وہ "جماعت اسلامی" کے نظام سے مطمئن نہ ہو سکے۔ اور اس وقت وہ بعض دوسری جماعتوں میں اچھا کام کر رہے ہیں۔ کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ "جماعت اسلامی" کے نظام میں ان کی فطری قوتوں کی نشوونما کے لئے کوئی موقعہ نہ تھا؟ بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی افتاد طبیعت کے لحاظ سے ایک نظام میں نہیں سما سکتے۔ وہ یہ گوارا نہیں کرتے کہ اچھی روحوں اور بہتر دماغوں کے میسر آنے تک اپنی عملی قوتوں کو تعطل کی نذر کئے رکھیں۔ اس لئے وہ پورے خلوص کے ساتھ دوسرے اداروں میں کام کر رہے ہیں۔ جیسے ہم آپ ایسے حضرات کو وداع کرنے پر مجبور ہیں ؎

سلامت روی و باز آئی

اس لئے تنہا جماعت کا نظام ہی اس کا ذمہ دار نہیں۔ جھکنے کی عادت بھی اس تقلب کا موجب ہو سکتی ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد ایک بزرگ نے آنحضرت سے کہا تھا یا محمد اقلنی بیعتی

میری بیعت واپس دے دو اور یہ کہکر چلا گیا تو آنحضرت نے بھی فرمایا تھا "المدینۃ کا لکیر تنفی الخبث" مدینہ بھٹی ہے اس میں میل کی گنجائش نہیں بخاری مع الفتح ج ۴ ص ۹۸' ج ۱۳ ص ۲۰۱ وغیرہ۔ جماعت میں نقائص ہیں لیکن یہ تحریک پیا حضرات بھی معصوم نہیں ہیں۔ شکایت بھی دراصل ان حضرات سے ہی ہے۔ ورنہ حریت فکر پر پابندی اہل حدیث کی فطرت کے خلاف ہے۔

جاہلیت جدیدہ اور اہل حدیث

جماعت کے متعلق میرے مفروضہ کو قبول فرما کر محترم حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ "جاہلیت جدیدہ کے متعلق اہل حدیث نے پچاس سال میں کون سا لٹریچر شائع کیا ہے"۔ میں اس فروگزاشت کو مانتا ہوں کہ یورپین تہذیب کے بعض حصوں کے متعلق جماعت اہل حدیث نے اصلاحی توجہ نہیں کی۔ لیکن اگر آپ جماعت کے پروگرام کی نوعیت پر غور فرمائیں تو یہ غلطی اس قدر اہم نہ ہوگی جس پر آپ اس قدر ناراض ہوں۔ جماعت کا پہلا پروگرام یہ تھا کہ جاہلیت جدیدہ کو یکسر رخصت ہی کر دیا جائے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء سے لے کر آج تک یہ پروگرام پیش نظر رہا۔ میں پروگرام کی صحت یا غلطی پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ میں اس راہ کی ناکامیوں کو مانتا ہوں۔ لیکن عشق کی ان سرشاریوں کا کیونکر انکار کروں کہ آج بھی ان میں سے بعض مخلص پراگندہ حال اس امید میں جی رہے ہیں کہ ہم اس جاہلی نظام کو جڑوں سے اکھیڑ دیں گے۔ حافظ صاحب! ان مجانین کے سامنے لٹریچر کا سوال کیونکر آئیگا ابتداء یہ کوشش اخوان دیوبند کے ساتھ مشترک تھی۔ بعد میں اس کی ذمہ داریاں تمامتران لوگوں پر آگئیں جن کے وجود سے جناب کو فلسفیانہ انکار بھی ہے اور انہیں آپ مخلصانہ ملامت بھی فرما رہے ہیں۔ اس جنون کے بعد لٹریچر کی تاجرانہ دانشمندیوں کو ہم نہیں سمجھ سکے تو ہمیں معذور سمجھا جائے گا لٹریچر میں آپ زیادہ اعتماد نہ فرمائیں۔ تحریکات کے مدوجزر میں جلسے' تقاریر' سپاہیانہ زندگی مصنوعی جنگ' ساری چیزیں وقتی اہمیت کے بعد اپنا وقار کھو چکی ہیں۔ یہ موسمی لٹریچر جسے جناب آج وقت کی آواز فرما رہے ہیں۔ میرا خیال ہے عنقریب اپنا وقار کھو دے گا۔ اس کے بعد ہم اور آپ پرانے لٹریچر کی طرف رجوع کریں گے۔ جہاں نواب صدیق حسن خان' مولانا شمس الحق ڈیانوی' مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری' مولانا عبدالاول غزنوی' مولانا تلطف حسین

مرحوم' فتح البیان' فتح الباری' عون المعبود' تحفۃ الاحوذی جیسا پاکیزہ لٹریچر لئے آپ کا استقبال فرمائیں گے۔ اس وقت جناب کو اس موسمی لٹریچر اور ہمارے لٹریچر کی اہمیت معلوم ہو گی۔ ؎

فسوف ترى اذانكشف الغبار
افرس تحت رجلك ام حمار

دوسرا پروگرام کتاب و سنت کی علمی اور عملی اشاعت کا تھا۔ جس کی ابتداء دہلی میں ان لوگوں نے کی جو سابقہ ہنگاموں کے بعد بقیۃ السلف کا حکم رکھتے تھے۔ دہلی کی اس درسگاہ کی شاخیں نجد' شام' عراق' مراکش تک پھیل گئیں۔ آپ کے سامنے امرتسر' لاہور' وزیر آباد' پشاور' راولپنڈی' آرہ' دربھنگہ' سیالکوٹ وغیرہ میں اس کے کھنڈر اس کی رفعت کا پتہ دے رہے ہیں۔ اس کے بالمقابل سرسید مرحوم نے اس جاہلیت جدیدہ کو دعوت دی۔ انہیں کے زیر سایہ وہ برگ و بار لائی۔ وہ اور جن لوگوں نے ان کی آواز پر لبیک کہی وہی اس کے فوائد اور نقائص کو زیادہ جان سکتے تھے۔ ہمیں تو اتنا محسوس ہوا کہ ملت کے اچھے دماغ قریباً اس طرف چلے گئے اسلامی درسگاہیں اس بے سروسامانی میں اپنی بساط کے موافق کام کرتی رہیں ہم ان کو بے دین سمجھتے رہے وہ ہمیں احمق بتاتے رہے۔ آپ جیسے مشفق ہمیں فرماتے رہے کہ علماء اب سوسائٹی میں مفید عنصر کی حیثیت میں نہیں رہ سکیں گے۔ اس وقت کے نتائج پتہ دے رہے ہیں کہ دونوں فریق کس قدر غلطی پر تھے؟ وہاں بھی دفتروں کے لئے ٹائپ رائٹروں ہی کی بھرتی مل سکی۔ یہاں بھی ائمہ مساجد پیدا ہو سکے نہ یہاں ابن تیمیہؒ اور غزالیؒ پیدا ہو سکے۔ نہ وہاں کوئی نٹشے پیدا ہو سکا۔ آپس کے بُعد کی وجہ سے وہاں کی خرابیوں کا پتہ نہ لگ سکا۔ چند سال سے مولانا ابو الاعلیٰ نے اس کا احساس کیا۔ ان کا لٹریچر اس باب میں یقیناً مفید ہے۔ وہ بھی اگر نظام باطل سے بی۔اے کی ڈگری نہ پاتے تو شائد ہماری طرح ان کو بھی احساس نہ ہوتا۔ بہرحال یہ حق بھی انہی کا تھا۔ اہل حدیث کی راہ ہی دوسری تھی۔ جو بیماری لائے تھے علاج کی ذمہ داری بھی ان پر عائد ہونی چاہیئے۔ جماعت اس وقت بھی ان کی اعانت کر رہی ہے۔ جس قدر لٹریچر بک رہا ہے۔ اس میں جماعت کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ آئندہ آپ دیکھیں گے کہ اس

قسم کا لٹریچر جماعت کی طرف سے بھی شائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ دو چار سال کے پس و پیش سے طعن و تشنیع کی صورت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہی گزارش تھی جو میں نے سابقہ گزارشات "جماعت اسلامی" کے ارباب بست و کشاد سے کی تھیں۔

آپ مولانا ابوالاعلیٰ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے "جاہلیت جدیدہ" سے آپ کو بچایا۔ میں جماعت اہل حدیث کا ممنون ہوں کہ میں جاہلیت جدیدہ سے متاثر ہی نہیں ہوا۔ لیکن میں اس ضرورت کو محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت اس لٹریچر کی ضرورت واقعی ہے۔ لیکن مجھے جناب کے ارشاد سے قطعی انکار ہے کہ تمام ائمہ تجدید نے آغاز کار لٹریچر ہی سے کیا۔ سید شہید کی تحریک آپ کے سامنے ہے ابتداء میں کون سا لٹریچر شائع کیا گیا خود اسلام ہی کو دیکھئے ابتداء میں کون سا لٹریچر تھا؟ اور اس کی اشاعت کے ذرائع کہاں تک موجود تھے؟ آج کل کے تجارتی ماحول میں ابتداء لٹریچر مفید ہے چندوں کی بدنامی اور وعظ فروشی سے لٹریچر کی بدولت بچا جا سکتا ہے۔ ورنہ تحریکات صحیحہ اور ائمہ تجدید کے اعمال میں سب سے زیادہ اور اہم توجہ شخصی اور جماعتی اخلاق کی طرف ہوتی تھی اور یہی اصل چیز ہے۔ قائد کی عزیمت اور عمل کی پختگی تحریک کی کامیابی کی کلید ہو سکتی ہے۔ جو جدید تحریکات میں عموماً ناپید ہے۔

مناظرات

کو جو اہمیت جماعت میں حاصل رہی ہے اس کی حیثیت واقعی سلبی ہے ایجابی اور تعمیری نہیں۔ لیکن جماعت نے اس راہ میں جو کچھ کیا۔ اس میں عموماً ماحول کی مجبوریاں کار فرما تھیں مخالفین نے ایسی صورت حال پیدا کر دی جس کا حل مناظرہ کے سوا نہ ہو سکا۔ جس طرح آپ کو میری گزارشات کے خلاف لکھنا پڑا۔ تاہم یہ عادت کم ہونی چاہیئے۔ دواء کو غذا کا مرتبہ نہیں ملنا چاہیے۔

دو بے انصافیاں

جہاں حافظ صاحب کی اس مخلصانہ تنقید سے مجھے خوشی ہے وہاں مجھے برادرانہ شکوہ بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جماعت اسلامی پر تبصرہ کرتے ہوئے اہل حدیث کی محبت کی وجہ سے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ میں جماعت کے لٹریچر کا دیر سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ مولانا مودودی کی تینوں ہجرتیں حیدر آباد، پٹھانکوٹ، لاہور میری نظر میں ہیں۔ ان مختلف تبدیلیوں اور واقعات کے مدوجزر اور مولانا کے تاثرات

اور مولانا کے لب و لہجہ میں ان حوادث کی وجہ جو تغیرات رونما ہوئے میں اپنی بساط کے موافق انہیں سمجھتا رہا۔ لیکن کشمکش کی صورت بحمد اللہ کبھی نہیں ہوئی۔ تحریک کے محاسن اور اس کی کمزوریاں جہاں تک میرا ناقص ذہن فیصلہ کرتا رہا۔ مجھے اس میں تشویش نہیں ہوئی نہ اس کی تنقید میں ہچکچاہٹ ہے نہ اس کی تعریف سے گریز۔ البتہ اتنی فرصت نہیں مل سکی کہ اس کے متعلق کوئی تفصیلی گزارش کر سکوں۔ اب خیال کر رہا ہوں کہ تحریک کے بعض اساسی پہلوؤں پر کچھ لکھوں یا براہ راست مولانا سے عرض کروں۔ نظام باطل کے ساتھ ہمارے تعلقات کی تشریح جس نقطہ نگاہ سے "کوثر" اور "ترجمان" میں اس کا تذکرہ ہو رہا ہے میرے ناقص علم میں شرعاً محل نظر ہے۔ میں منتظر ہوں کہ مجھ سے بہتر آدمی موجود ہیں وہ اس پر لکھیں۔ تاکہ تحریک کو اپنا موقف معلوم کرنے میں سہولت ہو۔

حافظ صاحب نے جماعت میں جو خوبی تھی اسے شخصی قرار دیدیا ہے۔ حتی کہ مجھ ایسے کم سواد آدمی نے اگر کسی اچھے خیال کا اظہار کر دیا تو حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اسے یوں کہنا چاہیئے کہ روح تو باقی ہے لیکن جماعت میں نہیں بلکہ بعض افراد میں۔ لیکن امرتسر کے کسی تنگ ظرف عالم کا ذکر فرماتے ہوئے اس کا الزام جماعت پر عائد فرماتے ہیں حالانکہ وہ بالکل ذاتی اور شخصی عادات ہیں۔ ان کی تخلیق میں جماعت کا کوئی دخل نہیں۔ یہ میرے خیال میں بے انصافی ہے جس کا مجھے شکوہ ہے۔ جماعت کے افعال اور شخصی افعال میں بے شک فرق تو ہے لیکن آج کل جن اداروں کے اعمال کو جماعتی اعمال سمجھا جا رہا ہے۔ ان کی حقیقت عموماً اسی قدر ہے کہ بعض سمجھ دار آدمی اپنے اردگرد کچھ آدمی جمع کر لیتے ہیں اور بصورت ادارہ مطبوعات کی اشاعت شروع ہو جاتی ہے انکی آمدنی عموماً اشخاص کی ملکیت ہوتی ہے البتہ بعض کتب بطور عطیہ یا صدقہ تحریک کو دے دی جاتی ہیں ادارہ ممنونیہ کے ساتھ مستقل اشتہار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ احمدی جماعت کے اداروں کی جہاں تک مجھے علم ہے یہ صورت ہے۔ میں تو اسے پروپیگنڈا کا ایک حیلہ سمجھتا ہوں۔ ماسٹر عنائت اللہ صاحب مشرقی کا "تذکرہ" اسی حیلہ سے بکا۔ مجھے اس قسم کے ادارہ سے کوئی ہمدردی نہیں اور نہ جماعت میں ان کے فقدان سے کوئی رنج۔ کانفرنس اہل حدیث نے کتب کی اشاعت اور تقسیم

میں بہت کام کیا ہے۔ ممکن ہے وہ آپ کے مذاق کی نہ ہوں۔
حافظ صاحب کے سارے ارشاوات میں یہ نقص نمایاں ہے وہ مثالب کا انتساب پوری جرات سے جماعت کی طرف فرماتے ہیں اور محاسن کے انتساب میں انہیں تامل ہوتا ہے۔

و اذا تکون کریھۃ ادعی لھا
و اذا یحاس الحیس یدعی جندب

مناظرات جن کو جناب نے سلبی پروگرام سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ یہی شخصی اعمال ہیں اور ان کے فوائد کا تعلق بھی اشخاص سے ہے۔ بہت سے اہل علم اب بھی اپنی ذاتی ذمہ داری پر مناظرات کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی ان خدمات سے جماعت ہی متاثر ہوتی ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ مساعی من حیث الجماعت نہیں ہیں۔ البتہ جماعت نے بعض اوقات ضرورۃً ان مساعی سے استفادہ کیا ولا بدمن ذالک۔
آخر میں آپ نے پورے امتنان کے ساتھ فرمایا ہے کہ "خالص اہل حدیث ماحول میں پرورش پانے کے باوجود آپ کو صحیح اسلامیت صرف مولانا مودودی کے لٹریچر سے حاصل ہوئی"۔ یہ بالکل صحیح ہے لیکن میں دریافت کر سکتا ہوں کہ کیا جناب نے اس سے پہلے کبھی اسلامیات کے مطالعہ کی کوشش بھی فرمائی یا کالج کی سرگرمیاں ہی مطمح نظر رہیں۔ آخر اسلام کوئی انجکشن تو نہیں آپ کی توجہ ضروری ہے۔ مولانا ابو الاعلیٰ کے لٹریچر سے آپ ہی نے کیوں استفادہ فرمایا؟ آپ جیسے پڑھے لکھے اور بھی ملک میں موجود ہیں۔ مولانا مودودی کا لٹریچر ان کے لئے کیوں مفید نہیں ہو رہا؟ "خالص اہل حدیث ماحول" سے زیادہ کمی توجہ کی تھی۔ جب آپ نے توجہ فرمائی مولانا مودودی آپ کی دستگیری کے لئے موجود تھے۔ اس لئے مولانا کی شکر گزاری تو صحیح ہے۔ لیکن دوسروں سے ناراضی صحیح نہیں۔ آخر مولانا نے یہ حقائق الہام سے تو نہیں پائے۔ انہوں نے جس لٹریچر سے استفادہ فرمایا وہ اس سے پہلے موجود تھا اور اتنا مفید کہ اس نے مولانا مودودی جیسے نکتہ رس بزرگ پیدا کئے۔ آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو بہت حد تک اس میں اہل حدیث لٹریچر ملیگا۔ آپ نے توجہ نہیں فرمائی۔ آپ کے استفادہ کی

وجہ بھی وہی "خالص اہل حدیث ماحول" ہے جسے آپ حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔
آخری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ لوگ کوئی کام کرسکتے ہیں تو کریں۔ محض لٹریچر پڑھنا اور اس پر چند حروف لکھ دینا بہت معمولی کام ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان گزارشات کو مناظرہ کا رنگ نہیں دیا جائے گا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ پراگندہ خیال سے بچا جائے۔ جہاں تک مقاصد متحد ہوں اتفاق سے کام کرنے کی کوشش کی جائے۔ وقتی تحریکات سے عصبیت نہ پیدا کی جائے۔ اور جو ہو وہ خلوص اور نیک دل سے ہو۔

مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف ویرووال سے خطاب

میں نے "کوثر" میں ارشادات گرامی کو پورے غور سے پڑھا۔ جناب نے جس خوبی سے میری گزارشات کا تجزیہ فرمایا۔ میں اس کے لئے شکر گزار ہوں اور جس مہارت فنی کے ساتھ جناب نے میرے حقیر خیالات پر عمل جراحی فرمایا اس کے لئے میری ہمدردیاں جناب کے ساتھ ہیں۔ جناب نے اس کیمیاوی تحلیل کے بعد جو نتائج پیدا فرمائے۔ میں اس کے بغیر بھی جناب کے ساتھ تھا اور ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ان مشکلات کا حل یہ ہے جو آپ نے پیش کیا۔ یا وہ جو میں عرض کر رہا ہوں۔ آپ مشکلات سے تنگ آکر بے صبری سے بھاگ رہے ہیں۔ میں مریض کے سرہانے کھڑا ہو کر علاج کی جستجو میں ہوں۔ آپ اسے بد پرہیزی کا طعن دے کر الگ ہو جانا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تا صحت اس کی تیمارداری کی جائے' آپ مایوس ہیں۔ میں مریض کو قابل علاج سمجھتا ہوں۔ اسی لئے میں نے ارشادات گرامی کے متعلق مفصل جواب کی ضروریات نہیں سمجھی۔

میں اس وقت بھی آپ کی مخلصانہ مساعی اور تکلیف دہ مصائب سے بے خبر نہیں ہوں۔

اب کے پٹھان کوٹ کے اجتماع میں داڑھی کے مسئلہ پر حضرت مولانا مودودی کے تخاطب سے جو تلخی پیدا ہوئی۔ آپ کا طویل تخلیہ حضرت مولانا عبدالتواب صاحب ملتانی مدظلہ کا طویل ناصحانہ خط ساری چیزیں معلوم ہیں۔ تسکین قلب کے لئے جس مجتہدانہ اصول کی آپ حضرات پناہ لے رہے ہیں۔ وہ آپ کی تکلیف اور دردمندی دونوں کا پتہ دیتا ہے۔ لیکن

مجھ جیسے کم سواد یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ آپ حضرات بجبر ایسے قالب میں فٹ ہونے کی کوشش فرما رہے ہیں جو ہزار خوبی کے باوجود آپ کے لئے نہیں ہے یا آپ خود بگڑیں گے یا قالب کو توڑ دیں گے۔

جناب کے ارشادات پر انتہائی غور کے باوجود میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ جناب کا موقف کیا ہے؟ اگر آپ میرے رفیق ہیں تو صاف فرمایئے میں پٹھان کوٹ کے سفر میں وداع کے لئے اسٹیشن تک پابرکاب چلونگا۔ اور استقبال کے لئے بھی مجھے آپ گیٹ پر کھڑا پائیں گے۔ مجھے آپ کی اس عارضی مفارقت پر چنداں ملال نہ ہو گا۔ لیکن اگر آپ میرے رفیق سفر نہیں تو مضامین کی اتنی لمبی چادریں اوڑھنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ کھل کر علیحدگی کا اعلان فرمائیں۔ کفر و نفاق کا احتمال نہیں صرف اتحاد طریق اور اقامات سفر کا خیال ہے۔ جب یہ توقع نہ ہو تو زحمت انتظار میں وقت ضائع نہ ہو۔

میری گزارش پہلے بھی یہی تھی اب بھی یہی ہے جناب کے طویل ارشادات نے میری اس تشنگی کو پورا نہیں کیا۔

مسلک اہلحدیث اور فریضہ اقامت دین جدید تحریکات اور ہمارا موقف

گذشتہ چند مہینوں میں بعض ناگزیر حالات اور تاثرات کی بنا پر میں نے ایک مختصر سا سلسلہ مضامین لکھا۔ جس میں مسلک اہل حدیث اور اس کے تاریخی مدوجزر کا ذکر تھا۔ اور مختصراً ان حوادث کا ذکر بھی آیا تھا جو تیرہ سو سال کے عرصہ میں اس مسلک کے متبعین کو پیش آئے۔ جن کی روشنی میں میری ناقص رائے ہے کہ اس مسلک کے حامیوں نے ایک اجتماعی اور انقلابی تحریک کی صورت اختیار کرلی۔ یہ گذارشات توقع سے زیادہ قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ اور جس سراسیمگی اور پریشانی سے متاثر ہو کر یہ گذارشات کی گئی تھیں۔ اس میں بحمداللہ اب کافی سکون ہے۔

ان دنوں کی ڈاک سے محسوس ہوتا ہے کہ ایسے مضامین کے لئے جماعت میں کافی تشنگی موجود تھی۔ جماعت کے درد مند حضرات ایسے مضامین کی ضرورت کو محسوس فرما رہے تھے۔ یہی سبب ہے مجھ ایسے قلم کے ناآشنا کی گذارشات کو ادارہ اہلحدیث نے شرف اشاعت بخشا۔

ایک طبقہ نے اسے ناپسند بھی فرمایا۔ جو اس سراسیمگی اور پریشانی کو طبعی اور فطری سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں اس تگ و تاز کا جاری رہنا ضروری ہے۔ تاکہ جمود تعطل نہ ہو۔ ان کے خیال میں حرکت ہونی چاہیے۔ چاہے وہ پریشانی و سراسیمگی کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہو۔ میں اس اختلاف و تخالف کو بھی قبولیت کی دلیل سمجھتا ہوں۔ جس چیز کو نہ دوستوں کی حمایت حاصل ہو نہ مخالفین کی تنقید سے سابقہ پڑے۔ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ وقت کی چیز نہیں۔

چونکہ یہ مضامین تنقید و تعقب کی نظر سے لکھے گئے تھے۔ اس لئے میں محسوس کرتا ہوں کہ بعض گوشے ہنوز تفصیل طلب ہیں۔ جہاں مناظر اور متعاقب کو اس اجمال میں اشتباہ ہو سکتا ہے مخلص اہل فکر کے لئے بھی ممکن ہے کہ بعض مواقع پریشانی کے موجب ہوں۔ اس لئے زیر قلم گذارشات کی ضرورت محسوس ہوئی ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ ۔

اہل حدیث بلحاظ طریق فکر

اس میں شک نہیں کہ اہل حدیث کا طریقہ فکر ممتاز ہے۔ قیاس کی ضرورت کو محسوس کرنے اور نظائر سے نظائر کے احکام میں استفادہ کے باوجود اس میں زیادہ تر انحصار نصوص صریحہ اور قضایا صحابہ پر رکھا گیا ہے۔ قیاس کو یہاں وہ اہمیت حاصل نہیں جو اس کو بعد میں حاصل ہوئی۔ بعد کے افکار میں بعض لوگوں نے یونانی نکتہ نظر سے سمجھا۔ صفات باری اور جزاء و سزا کے مسائل کو یونانی فلاسفہ کے اصولوں کی روشنی میں سوچا گیا۔ جہاں سنت صحیحہ اور فلاسفہ کے افکار میں تصادم ہوا سنت کو ظنی کہہ کر ٹال دیا گیا۔

بعض حضرات نے مخصوص اہل علم کے طریق فہم و فکر کو زیادہ اہمیت دی۔ تمام مسائل میں ان مخصوص ائمہ کے اصول و ضوابط ان کے پیش نظر رہے۔ انہی کی روشنی میں جو سوچنا تھا سوچا گیا۔ فرط عقیدت سے مذہب کی نسبت ان کی طرف کی گئی بلکہ ان کے نام پر کھلی دعوت دی گئی ۔ پھر ان شخصی نسبتوں پر باہمی مخاصمت تک نوبت پہنچی۔ اہل حدیث کے ہاں یہ دونوں چیزیں ناپید ہیں۔ نہ یہاں یونان سے وابستگی ہے اور نہ ہی شخصی اصولوں کی بنا پر کوئی انتساب۔ یہاں اسلام کا تصور' فقہیات اور صفات کی مخصوص تاویلات سے زیادہ وسیع ہے۔ طہارت' صلوٰۃ 'بیوع 'جہاد 'زہد و رقاق' احکام اہل الذمہ' اقضیہ وغیرہ تمام مسائل کو اپنی اپنی جگہ یکساں حیثیت حاصل ہے۔ جیسے ائمہ حدیث کی تصانیف سے واضح ہے۔ ان علمی ذخائر کی موجودگی میں حقائق و واقعات پر سب سے بڑا ظلم ہو گا۔ کہ اس طریق فکر کو دوسرے طرق فکر کے مساوی مرتبہ دیا جائے۔ جہاں مقصد بعض اشخاص کے فہم کی ترجمانی ہے یا مخصوص افکار کی اشاعت' جس طریق فکر کی دعوت اسلام نے دی ہے اور جتنی وسعت ساذج اسلام میں موجود ہے ٹھیک اسی طریق کی دعوت اہل حدیث نے دی ہے۔ اور اسی قدر وسعت اس میں موجود ہے۔ مجھے اپنے ناقص علم کی بنا پر قطعی انکار ہے کہ اہل حدیث کوئی فرقہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ الفاظ و تعبیر میں بعض اوقات امتیاز کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں بعض اشیاء کا وجود یا عدم تصور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وجود و عدم یا شرط اور لاشرط کا استعمال جب حقائق پر مبنی نہ ہو اور نفس الامر میں اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ تو محض تعبیری امتیازات فرقہ کی صورت

پیدا نہیں کر سکتے۔ میں اسے تصور ساذج کی طرح سمجھتا ہوں جو شرط مندرجہ کے باوجود بھی تصور اور تصدیق کے مقسم بن سکتا ہے۔ ساذج کی قید کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ اسی طرح میرا خیال ہے کہ اہل حدیث اسلام کی اصل تعبیر ہے اور اس کے سوا سب فرقے ہیں جو اس جماعت سے الگ ہوئے۔ صراط مستقیم کے ساتھ ایسے خطوط اور پگ ڈنڈیاں بن سکتی ہیں جو اس سے بھٹکانے کا موجب ہوں۔ وہاں ایسے خطوط بھی ضرورۃً بنائے جا سکتے ہیں۔ جو صراط مستقیم سے بہت دور نہیں جا رہے بلکہ تھوڑے فاصلے پر اس سے مل جاتے ہیں یا کم و بیش فرق سے مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں۔ بعض حالات میں ایسے ضمنی راستوں پر چلنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ لیکن انہیں صراط مستقیم نہیں کہا جا سکتا اور نہ اس کے مساوی۔ اسی طرح مسلک اہل حدیث اسلام کی صحیح تعبیر کے لحاظ سے صراط مستقیم ہے۔ باقی کچھ فرقے ایسے ہیں جو اس صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔ اور بعض اس کے بہت قریب اور قابل برداشت ہیں۔ لیکن تفرق کی ذمہ داری ان پر ہے اہل حدیث پر نہیں۔

اہل حدیث بلحاظ تحریک

صورت حال کے اس واقعی تصور کے بعد جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ان تاریخی حوادث پر غور فرمایئے اس طریق فکر کو سابقہ پڑا جب ایک جماعت نے دین کو اس طریق پر سوچا اور اس کی ذمہ داریوں پر غور کیا۔ اس کے نتائج اور عواقب پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی روشنی میں سوچا تو انہیں یقین ہو گیا کہ زندگی کا یہ موقع اپنی مکمل ذمہ داریوں کے لحاظ سے صرف مدارس اور ادارہ ہائے تالیف و تصنیف سے کامیاب نہیں ہو گا۔ جب تک اسے ایک تحریک کی صورت نہ دی جائے۔ قانون الٰہی کے مطابق جہاں مادی طاقت کی ضرورت ہو اسے مہیا کیا جائے۔ اگر لٹریچر مفید ہو سکے تو اسے بہم پہنچایا جائے اور اگر حکومت وقت زندگی کے ان اسالیب سے تصادم کرے تو اس سے ٹکر لے لی جائے۔ اگر کامیابی کی راہ قید و بند کے خارستان سے گذر رہی ہو تو اسے پوری کشادہ دلی سے برداشت کر لیا جائے غرض کامرانی کی راہ میں کوئی صعوبت بھی سامنے آئے اسے لبیک کہا جائے۔

آپ تاریخ کے اوراق الٹ کر ملاحظہ فرمائیں کہ اس طریق فکر کے حامی کس کس محاذ

پر لڑے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کو بغاوت یا خلافت کے صحیح مستحق کی حمایت میں جیل جانا پڑا (کشاف زمخشری) امام مالک کا امتحان طلاق بالاکراہ پر لیا گیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا سفر بغداد بھی کچھ ایسے ہی مسائل کا رہین منت تھا۔ امام احمدؒ اور ان کے رفیق، مامون کے زمانہ سے لے کر واثق باللہ تک علی الاعلان پٹتے رہے۔ امام عبدالعزیز کنانی نے بشر مریسی کے سامنے حبسہ وقبح وجہہ ایسے شنیع فقرات سنے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ طلاق ثلاثہ، مسئلہ سفر زیارت اور بدعتی صوفیوں کی پردہ دری پر آزمائش میں ڈالے گئے۔ اصول و فروع کی اشاعت میں جہاں رکاوٹ ہوئی یہ دھڑا وہیں رک گیا اور اس وقت تک رکا رہا کہ ختم ہو گیا یا دشمن کو ختم کر دیا۔

تاتاریوں کی جنگ میں وہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ جو حکومت سے عقائد کی جنگ لڑتے جیل بھیج دیئے گئے تھے۔ فوج کی قیادت فرما رہے ہیں اور عساکر کے سامنے جہاد کا وعظ کر رہے ہیں۔ فرحمہم اللہ ورضی عنہم۔

اس شدید مدافعت اور ان صبر آزما حوادث کے باوجود اگر اہل حدیث تحریک نہیں تو آج تک دنیا میں نہ کوئی تحریک ہوئی ہے نہ ہی آئندہ شاید ہوگی۔ اگر یہ شہیدان ملت اسلام کو بطور نظام زندگی نہیں سمجھ سکے تو آئندہ کے لئے یہ امید بھی مت رکھئے کہ اسے کبھی یہ مقام حاصل ہو گا۔

آج کی تحریکات جن کا مایہ ناز کارنامہ چند رسائل کی اشاعت ہے اور چند مناظرات اور خطبات اور کچھ وقتی اجتماعات ان کی زندگی کا شاہکار یہ تو اجتماعی اور انقلابی تحریکات تصور کی جائیں اور جہاں موت و حیات کی کشمکش کا یہ حال ہے اور امتحان صبر کا یہ عالم وہ صرف طریق فکر۔

فلیس یصح فی الاذہان شیء
اذا احتاج النہار الی دلیل

پس میں اس منطق کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں۔ میں اس انکشاف اور مشورہ کے لئے اپنے مخلص دوستوں کا ممنون ہوں جو فرماتے ہیں کہ "اس طریق فکر کے لئے جب تک

کوئی ایک مدرسہ موجود ہو اور ایک دو مصنف اس انداز پر لکھنے والے دنیا میں موجود رہیں اہل حدیث کو مطمئن رہنا چاہیئے وہ ابھی زندہ ہیں"۔ مختصراً کیا عرض کروں میں اس شکست خوردہ ذہنیت سے مطمئن نہیں ہوں اور نہ ہی اس احساس کمتری کی عادت ہے۔ میں تو پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اقامت دین کی حرکت کی کوئی تعریف کریں اور اس خاکہ میں کوئی موزوں رنگ بھی بھر دیں۔ اہل حدیث صحیح معنے میں اس کے حق دار ہوں گے۔

طریق فکر اور تحریک

ایک فکر کے لئے ضروری نہیں کہ یہ تحریک کی صورت اختیار کرے۔ لیکن ایک تحریک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لئے مخصوص طریق پر سوچے' اس لئے مجھے اس سے انکار نہیں' اہل حدیث ایک طریق فکر ہے۔ مجھے انکار اس سے ہے کہ وہ صرف طریق فکر ہو اور بس۔ بعض اصلاحی تحریکات میں فروعی مباحث اس لئے نظرانداز کئے جاتے ہیں کہ تحریک بدنام نہ ہو۔ تحریک پر وہابیت یا مرزائیت کا اشتباہ نہ ہونے لگے۔ اہل حدیث کا یہ جرم ہے کہ انہوں نے اصول و فروع میں بلاخطر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ان کی نگاہ میں اصول و فروع دونوں کا منہاج سنت پر ہونا ضروری ہے۔ ہمارے بعض دوست اس سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ اہل حدیث صرف ایک فقہی طریق فکر ہے۔ جیسے حنفی اور شافعی۔

سید شہیدؒ کی تحریک

پچھلی صدی میں سید شہیدؒ کی تحریک کی بھی یہی نوعیت ہے۔ انہوں نے تقویۃ الایمان' تنویر العینین فی اثبات سنیۃ رفع الیدین' اصول اور فروع دونوں کی اصلاح فرمائی اور اس کے ساتھ دعوت جہاد بھی دی۔ فروع میں اعتدال اس وقت تحریک کے پروگرام کا اہم حصہ تھا۔ اس لئے اس وقت جماعت کی ہیئت ترکیبی اس کی عملی شہادت ہے۔ اور آج کل بھی مساجد اہل حدیث میں یہ اعتدال نمایاں ہے۔ وہاں کسی کو نماز سے نہیں روکا جاتا اور نہ ان فروعی مسائل کے لئے کبھی ہنگامہ بپا کیا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ اس اعتدال سے بھی یہی سمجھا جا رہا ہے کہ اہل حدیث صرف طریق فکر کا نام ہے حالانکہ تحریک سید شہید اس اعتدال کا کامیاب عملی تجربہ ہے۔ آج بھی جو لوگ صرف ان فروع پر ہنگامے بپا کرتے ہیں انہوں نے مسلک اہل حدیث کو صحیح نہیں

سمجھا۔ لیکن جب کسی مسلک سے نگاہیں بدل جاتی ہیں تو اس کے محاسن کی ایک ایک چیز قبیح معلوم ہونے لگتی ہے۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ تحریک اقامت دین اور اہل حدیث کے مزاج میں کوئی جوہری فرق نہیں۔ ضرورت عمل کی ہے اور صحیح قیادت کی۔

مذہب، دین اور تحریک

مذہب اور دین کو تحریک سے تعبیر کرنے میں مجھے تو تامل ہے۔ لیکن اگر یہ تحریک تھوڑی دیر کے لئے صحیح مان لی جائے اور مدینہ کی سوسائٹی کو ایک تحریک کا نتیجہ تصور کر لیا جائے تو اس کے مزاج میں اصول و فروع کی اصلاح کا جو حکیمانہ امتزاج موجود ہے ٹھیک تحریک اہل حدیث میں وہ چیز پائی جاتی ہے۔ اگر فقہی مسائل میں گفتگو اور طرق فہم و استدلال میں کسی مخصوص طرز فکر کا التزام اہل حدیث کے لئے ایک فقہی مکتب فکر ہے تو اس کی تجدید و احیاء کے لئے مصطلح تحریکات بے سود ہیں۔ فقہی مکتب ہی اس کی تجدید کر سکتے ہیں۔ مصطلح تحریکات اور محرکین کو اپنے لئے کوئی اور میدان عمل تلاش کرنا چاہیئے۔

طبعی تحریکات

ہر چیز کی خرابی کے بعد اصلاح کی مختلف صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ دین اور اس کا نظام بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ یہ خیال مشتبہ ہی نہیں بلکہ غلط ہو گا کہ "دین بلحاظ نظام زندگی یکسر ناپید ہے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لایزال طائفہ من امتی ظاھرین علی الحق لایذلھم من خذلھم۔ اس لئے ایسا تو ممکن نہیں کہ دین اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بالکل ناپید ہو جائے۔ یقیناً ایک جماعت ایسی دنیا میں رہے گی۔ جو ظاہر علی الحق ہو گی ان کی تذلیل اور تخریب کی تمام کوششیں بالکل بے کار ہوں گی۔ ضعف و اضمحلال پیدا ہو سکتا ہے۔ تعداد کم ہو سکتی ہے۔ دین کے ساتھ محبت و شیفتگی میں فتور آ سکتا ہے۔ دین کے فیوض سے محرومی پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ ایسے حالات میں اصلاح کی کوششیں مختلف نتائج سے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ ان تحریکات کو طبعی کہنا تو صحیح ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ طبیعت کا ہر فعل مقتضائے فطرت بھی ہو۔ تمام امراض کا منبع طبیعت ہی ہے۔ لیکن چونکہ طبیعت کی یہ حالت فطرت کے خلاف ہے۔ اس لئے ان طبعی حرکات کا علاج عرفاً اور شرعاً ضروری ہے۔

تحریکات میں تنوع

اصلاح کے طریقوں کا استقصاء تو مشکل ہے۔ لیکن اس کی مختلف صورتیں قریباً چار ہیں (۱) مادی طاقتیں اپنی حاکمانہ قوتوں کو اصلاح مفاسد کی طرف متوجہ کریں۔ ارباب سیاست کی توجہ سے برسوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہو سکتا ہے۔ کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی ولا نبی بعدی وستکون الخلفاء فتکثر قالو افما تامر نا قال فوابیعة الاول فالاول' الحدیث اوکما قال ص۱۲۶ ج ۲ صحیح مسلم' یعنی اس امت میں اصلاح کا کام انبیاء کی بجائے خلفاء کے سپرد ہو گا اور وہ بہت ہوں گے۔

(۲) تجدید و احیاء دین: عن ابی هریرة فیما اعلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائه سنة من یجدد لها دینها (ابو داؤد ج ۴ ص۱۷۸ مع العون وغیرہ) یعنی ہر صدی کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پیدا فرماتا رہے گا جو نقائص کی اصلاح فرماتے رہیں گے۔ بلاشبہ احیاء و تجدید کا تعلق بحیثیت مجموعی پورے دین کے ساتھ ہے۔ لیکن سلسلہ مجددین اور ان کے اصلاحی اعمال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طریق نبوت کے طریق سے کس قدر مماثل ہے۔ پیغمبر کی بالغ نظر بیک وقت تمام نقائص کا جائزہ لے لیتی ہے۔ اور اس قدر مکمل پروگرام مرتب فرما دیا جاتا ہے کہ برسوں نقائص اس کی طرف راہ نہیں پا سکتے۔ اور کوئی پہلو پیغمبر کی نظر سے بچ نہیں سکتا۔ لیکن مجدد کی نظر وقت کے مخصوص مسائل کی طرف ہوتی ہے۔ اور نقائص کا جائزہ محدود طور پر لیا جاتا ہے۔ اور پروگرام کی نوعیت بھی اس مناسبت سے ہوتی ہے۔ نہ پروگرام کی تکمیل کا دعویٰ ہوتا ہے اور نہ عصمت عن الخطا کی ذمہ داری۔ امام شافعی اور عمر بن عبدالعزیز مسلمہ مجدد ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کی توجہ ان مظالم کی طرف رہی۔ جو اموی خلفاء سے سرزد ہوئے۔ اور جمع و تدوین حدیث کا کام ان کے وقت میں بہت حد تک مکمل ہوگیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی تجدید کا اثر اصول فقہ کی تدوین کی صورت میں ہوا۔ اور اصول حدیث میں ایسی اصلاحات فرمائیں۔ جو وقت کے لحاظ سے ضروری تھیں۔ چنانچہ مرسل کو علی الاطلاق حجیت میں جو خطرات پیدا ہو چکے تھے۔ ان کی وضاحت فرمائی۔ غرض تجدید و اصلاح کے پروگرام میں توجہ

مخصوص شعبوں کی طرف ہوتی ہے اس لئے مختلف ممالک میں بیک وقت متعدد مجدد ہوتے رہے۔ جہاں کسی نے کسی ایک زاویہ کی اصلاح فرمادی وہی مجدد کہلایا۔ تجدید ایک علمی اور اصلاحی مقام تھا۔ اسے دکان داری کی حیثیت غالباً سب سے پہلے ارباب قادیانی نے دی۔ ورنہ پہلے مجددین کا تو یہ حال تھا کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہوا کہ وہ مجدد ہیں۔ آنے والی نسلوں نے ان کے اعمال کا جائزہ لے کر انہیں مجدد تصور فرمایا۔ جزا هم الله عن المسلمين احسن الجزاء۔

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ مجدد تمام نقائص پر حاوی ہو اور اس کا پروگرام کل اصلاح کا کفیل ہو۔ دنیا میں وہی مجدد کامیاب سمجھے گئے ہیں جن کا پروگرام اپنے ماحول تک محدود رہا۔ شوخ مزاج اور رفعت پسند مجددین کی بے اعتدالیوں کا حال آپ قادیان میں دیکھ رہے ہیں۔ جہاں تک قول و دعویٰ کا تعلق ہے مقام نبوت بھی ان کی ادعائی رفعتوں کو نہیں پا سکتا۔ جہاں تک فہم اور عمل کی سنجیدگی کا تعلق ہے ان کا مقام ایک معمولی مسلمان سے بھی فروتر ہے۔

(۳) مقام تجدید کے علاوہ ہر زمانہ میں مخلص اہل علم اپنے وقت میں تبلیغ دین حق و اصلاح مفاسد کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين امانت علم کو خلف، سلف سے لیتے رہیں گے۔ اور تحریف و تبدیل کو اس سے دور کرتے رہیں گے۔ باطل پرستوں کے انتحال و ابتدع کی اصلاح فرمائیں گے، البیھقی مشکوۃ کتاب العلم، یہی وہ کام ہے جسے ائمہ حدیث نے ہر زمانہ میں کیا۔ تنقید احادیث کے قواعد منضبط فرمائے۔ وضع و انتحال کی اس طرح بیخ کنی فرمائی کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آنے لگا۔ اسی طرح اصول فقہ کی تدوین عمل میں آئی۔ تاکہ روایت کی طرح درایت کے مہالک اور خطرات سے اطمینان حاصل ہو۔

اهل الحديث هم اهل النبى و ان
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

یہ اپنے وقت کی طبعی اور فطری حرکتیں ہیں جن کی وجہ سے آج ہم دین کو ایک حد

تک محفوظ پاتے ہیں۔ جہاں طبعی طور پر یہ حرکات ضرورت وقت کے لحاظ سے پیدا ہوتی رہیں وہاں اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جن کی حیثیت ایک شکاری سے بہتر نہیں۔ ان کے اعمال کی حیثیت ایک جال سے زیادہ نہیں جو ہمرنگ زمین بچھایا گیا۔ سنت الٰہی کے نام پر تمام معجزات کا انکار' اشاعت اسلام کے نام پر انگلستان تک بھاگ دوڑ' لیکن مقصد اور نتیجہ کے لحاظ سے ان کی مجددانہ کارروائیوں کا ما حاصل صرف اسی قدر ہے کہ ہزاروں سادہ لوح مسلمانوں کے اعتقادات کی تخریب کی گئی جو پوری نیک نیتی سے چشم براہ تھے۔ کہ چونکہ دین حق بطور نظام زندگی کے عرصہ سے ناپید ہے اور اقامت دین مسلمانوں کی زندگی کا واحد مقصد بن گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے تحریکوں کا پیدا ہونا اور مٹتے رہنا ایک طبعی امر ہے۔ اور جب تک یہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا مشیت الٰہی یہی معلوم ہوتی ہے کہ اقامت دین کی تحریکیں پیدا ہوتی اور مٹتی رہیں جدوجہد جاری رکھی جائے۔ ہر تحریک پر ہمارے ان تحریک پرور مخلصین نے پورے اخلاص کے ساتھ غور کیا۔ لیکن مشکل یہ تھا کہ ہمارے یہ مخلص اور تحریک پیشہ حضرات شرح صدر کی صحیح کیفیت سے نا آشنا تھے۔ وہ شرح صدر کے لطف اور انقباض کی الم انگیزیوں سے یکساں ناواقف تھے۔ ایسے شکار ہوئے کہ کسی ایک گوشہ کی اصلاح کے طلبگار ایمان و ایقان کی پوری عمارت انہدام کی نظر کر بیٹھے اور اس کے باوجود وہ خوش ہیں کہ تعمیر ملت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اس پر یہ غلو ہوا کہ جو لوگ اس سراسیمگی میں ان کا ساتھ نہ دیں وہ خارج از اسلام یا کم از کم گمراہ اور غلط کار' قادیانی تحریک اس غلو کی زندہ مثال آپ کے سامنے موجود ہے۔

ہوس قیادت

یہ ساری مصیبت ان حضرات کی پیدا کی ہوئی تھی جو دین کی اصلاح تو پورے خلوص سے چاہتے تھے۔ لیکن اپنے لئے قیادت سے کم کسی چیز پر قانع نہ تھے۔ اس لئے انہیں پہلی صالح اور معتدل تحریکات سے الگ نئے دشت جنوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ صالح تحریکات کی حدود سے الگ انہیں نئی دنیا بسانا پڑی۔ ان کی نگاہ میں پہلے مجانین' محمل لیلی کی تلاش میں اس لئے ناکام ہوئے' کہ ان کے جنون میں وہ کمال نہ تھا جو ان حضرات کو عطا فرمایا گیا۔

واخر نی دهری و قدم معشرا
علی نهم لا یعلمون واعلم

غلطیوں سے کون محفوظ ہے۔ ائمہ سلف کی بعض مسامحات کو اس طرح .سط سے بیان کیا گیا کہ وابستگان عقیدہ تحریخ صدر کے زعم میں جھومنے لگے۔ اس لئے میری رائے تو یہ ہے کہ اس قلت علم اور فقدان فہم کے دور میں جبکہ دین حق بطور نظام زندگی ناپید ہو رہا ہے' جدید تحریکات سے پرہیز کی جائے اور ان طبعی تقاضوں کو چھوڑ کر دین کی خدمت صرف سلف کی راہوں پر کی جائے۔ اور قیادت پیشہ حضرات سے باادب عرض کیا جائے کہ وہ تھوڑی دیر صبر فرمائیں۔ تا آنکہ عامہ المسلمین طبیعت کے فطری اور غیر فطری تقاضوں میں فرق کر سکیں۔

من کان مستنا فلیستن بمن قدمات اولائک اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم (مشکوۃ) جو پیروی چاہتا ہے وہ وفات پانے والے صحابہ کرام ؓ کی پیروی کرے۔

اس میں شک نہیں کہ ملک میں ایسی تحریکات موجود ہیں جن کا مزاج بحیثیت مجموعی لادینی نہیں لیکن ائمہ سلف اور دوسری صالح تحریکات پر غیر معتدل تنقید کی وجہ سے زنند لشکر یانش ہزار مرغ مسیح کا معاملہ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ میرے دوستوں کو یہ حق ہے کہ ان نفس الامری اور واقعی گذارشات کو "جذبات میں ڈوبی ہوئی لگن" سے تعبیر فرمائیں مگر میں بھی اس حمام کے مستورین سے ناواقف نہیں اور اس شرح صدر کو بھی ایک حد تک جانتا ہوں جو جدید تحریکات کے طبعی تقاضوں کے متعلق ان کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ غیر طبعی طریقہ شاید میرے لئے موجب تسکین نہ ہو۔

کوثر جلد ج۵ نمبر ۴۴'۴۵ میں بضمن اخبار و اذکار جو کچھ شائع ہوا ہے۔ مولانا پھلواروی نے ان ارشادات میں اپنی تحقیقات کے جو موتی بکھیرے ہیں وہ غیر معتدل تنقید کی بہترین مثال ہیں۔ مولانا نے حدیث کے متعلق جن خیالات کی نسبت اہل حدیث کی طرف فرمائی ہے۔ وہ اگر نام کی صراحت کے بغیر فرماتے تو مجھے باوجود اہل حدیث ہونے کے احساس بھی نہ ہوتا کہ مولانا کس جماعت کا عقیدہ ارشاد فرما رہے ہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے۔ غالباً جماعت اہل

حدیث اس سے نا آشنا ہے۔ مولانا نے حدیث اوتیت القرآن و مثلہ معہ سے انکار کی جو حکیمانہ تلقین فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں یہاں تطبیق کی کوئی صورت نہیں رہی۔ ان کے خیال مبارک میں اس حدیث کو مان لینے کی کوئی صورت نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے ارشادات اس باب میں بہت سطحی ہیں۔ ان کی نقاد نگاہیں مبحث کی گہرائیوں سے کافی نا آشنا ہیں۔ مولانا مودودی صاحب ایسے معتدل مزاج کی طویل مصاحبت ---------- بھی مولانا پھلواروی پر کوئی اثر نہیں کر سکی۔ میں اس وقت مولانا کے ارشادات پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ امید رکھتا ہوں کہ مولوی فاضل کی تیاری والے حکیم اشرف اور مولوی عبدالغفار حسن صاحب حق گوئی کا فرض اداء فرمانے کی کوشش فرمائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ جماعت اسلامی کی ہمدردیاں انہیں اظہار حق سے نہیں روکیں گی۔

ہم اگر کہیں گے تو شکایت ہو گی

اگر یہ حضرات خاموش رہے تو کسی اہل حدیث کو قلم اٹھانا پڑے گا۔

مولانا پھلواروی سے اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دوسری جماعت کے معتقدات نقل کرنے میں احتیاط یہ ہے کہ ان کے مستندات سے نقل کئے جائیں۔ اس معاملہ میں روایت بالمعنی کی طغیانی بسا اوقات سچائی کو بہالے جا سکتی ہے۔ ایک مخصوص خیال ذہن میں رکھ لینے کے بعد مخالف کے ساتھ انصاف کا کرنا بعید مشکل ہے۔ مولانا پھلواروی نے میزان تو ہاتھ میں لی ہے مگر محترم کا ہاتھ لسان المیزان پر نہیں پڑا۔ اس لئے وزن قریباً سارا ہی غلط ہوا ہے۔ مولانا نے حدیث کی حمایت میں جو کچھ لکھا ہے اس میں بھی نہ تو وجہ حجیت کی صراحت ہے' اور نہ ہی ان خیالات میں تحقیق و رسوخ کا اثر۔ اور تصویر کے دوسرے رخ میں جس انصاف کا دعویٰ فرمایا گیا ہے۔ وہ بھی بے انصافی کے مترادف ہے۔ اسلئے اپنے خیالات جو بھی ہوں ان کی اشاعت کا تو ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ لیکن جن خیالات کی نسبت غیر کی طرف ہو ان میں کافی احتیاط ہونی چاہیئے۔

تحریکات میں آنا اور نکلنا

میں اگر اہل حدیث کو فقہی تحریک سمجھتا تو اس کے ساتھ لزوم کو تقلید سمجھتا۔ اسی خیال کی موجودگی میں مجھے حق بھی نہیں کہ میں تقلید سے اختلاف کروں۔ میں اس مسلک کو ترک کرنے والوں کی تعریف کرتا' لیکن میری نگاہ میں اس حرکت کی نوعیت ہی دوسری ہے۔ اسی لئے میں نے احباب کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اہل حدیث کو چھوڑتے وقت غور کریں کہ ان کا یہ سفر مفید بھی ہو گا یا نہیں' جن مقاصد کی تکمیل کے لئے وہ دوسری تحریک میں جا رہے ہیں وہ ممکن ہے تھوڑی سی توجہ سے یہاں بھی میسر آ جائیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نقل و حرکت مزید نقصان کا موجب ہو وہ مقاصد بھی مفقود ہونے لگیں جو حاصل ہو چکے ہیں۔ میرا تجربہ یہی ہے کہ ہمارے دوست کچھ لینے کی بجائے یا جو کچھ مل چکا ہے اس سے بھی دست بردار ہو جاتے ہیں۔ وہ دوسرے اداروں میں جا کر احساس کمتری کے عادی ہو جاتے ہیں۔ سنن پر عمل کو ترک ہی نہیں کرتے بلکہ اس میں حقارت محسوس کرتے ہیں۔ قرآن پر عبور سے معلوم ہوتا ہے کہ انا وجدنا آباء نا کذلک یفعلون کا نظریہ دارالامم کا حکم رکھتا ہے مگر یہاں نئے آباء کی تقلید کا نام تحقیق رکھ لیا جاتا ہے۔ تنقید کے لئے تختہ مشق صرف اسلاف کرام رہ جاتے ہیں۔ میں ایسے دوستوں کو جانتا ہوں جو پہلے کانگرسی' سوشلسٹ' خاکسار اور لیگی تھے اور اس کے بعد وہ ایک زقند لگا کر جماعت اسلامی میں آ گئے اور انہیں محسوس بھی نہیں ہوا۔ کہ انہوں نے کتنے تھوڑے عرصہ میں کس قدر متضاد سمتوں کا سفر طے کیا اور عجیب یہ ہے کہ انہیں ہر جگہ شرح صدر حاصل تھا۔ حال ہی میں تھوڑا عرصہ ہوا بمبئی سے ایک مخلص دوست تشریف لائے۔ وہ سخت لیگی تھے۔ چند دنوں کے بعد تشریف لائے تو انہوں نے پورے اخلاص اور جوش کے ساتھ مجھے خاکسار تحریک کی دعوت دی۔ قریباً پندرہ بیس دن کے بعد تشریف لائے۔ پھر یہ پختہ خاکسار نہ تھے بلکہ اس فکر میں تھے کہ لیگ کے شجرہ طیبہ کی شاخوں میں انہیں آشیانہ بنانے کی جگہ مل جائے اور اس کے ساتھ بحمد اللہ پختہ اور مخلص اہل حدیث بھی تھے۔ حالانکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ خاکساریت کا پیوند اہل حدیث کے ساتھ قطعاً نہیں لگ سکتا۔

ایک اہل حدیث یا حنفی' احرار میں' کانگرس وغیرہ میں کام کر سکتا ہے کیونکہ وہاں ان مقاصد سے تصادم نہیں جو تحریک اہل حدیث' حنفیت میں جوہری حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن

ایک حنفی کے لئے مشکل نہے کہ وہ نجد کی تحریک کے قالب میں فٹ آسکے حالانکہ وہ اجتماعی تحریک ہے۔ ایک بریلوی کے لئے مشکل ہے کہ سید شہیدؒ کی تحریک میں کام کر سکے حالانکہ وہ تحریک بھی اجتماعی ہے۔ احرار' کانگرس' جمعیتہ العلماء مل کر کام کرتی رہیں حالانکہ تینوں کا مزاج بظاہر اجتماعی ہے۔ اس لئے اشتراک عمل اور اس کے ترک میں اصل چیز مقاصد ہیں۔ تحریک کی اجتماعی حیثیت کو اس میں چنداں دخل نہیں۔ اگر لادینی تحریک کا مطلب یہ ہے کہ دین اس میں بطور ذاتی کے داخل نہیں' دین کی مخالفت اور موافقت دونوں اس کے پروگرام سے خارج ہیں۔ ایسی تحریک میں اہل حدیث حنفی سب کام کر سکتے ہیں کیونکہ وہاں ظاہراً تصادم نہیں۔ اور اگر لادینیت جزو تحریک ہو جیسے اشتراکیت۔ اس میں کوئی مسلمان کام نہیں کر سکتا۔ اس کا تعلق چاہے کسی دینی جماعت سے ہو۔ اصل چیز مقاصد میں تصادم یا عدم تصادم ہے۔ تحریک کی اجتماعیت یا لا اجتماعیت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اختلاف مقاصد کے باوجود اگر یہ نقل و حرکت جاری رہے گی تو ہم کہیں یا نہ کہیں دنیا ہمیں کل جدید لذیذ کی پھبتی سے معاف نہیں کرے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب اس موضوع پر یہ آخری گذارشات ہوں گی۔

ابوالخیر محمد اسماعیل سلفی
گوجرانوالہ

ناشر :
ادارۃ العلوم الاثریہ
منٹگمری بازار فیصل آباد / فون :- ۶۴۲۷۲۴

ادارہ کی دیگر مطبوعات

1. العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ۔
2. اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر، للمحدث شمس الحق الدیانوی۔
3. المسند للامام ابی یعلی احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی۔ (چھ ضخیم جلدوں میں)
4. المعجم للامام ابی یعلی الموصلی۔
5. المقالۃ الحسنیٰ (المعرب) للمحدث عبد الرحمن المبارکفوری۔
6. جلاء العینین فی تخریج روایات البخاری فی جزء رفع الیدین للشیخ الاستاذ بدیع الدین شاہ الراشدی
7. امام دارقطنی۔
8. صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین۔
9. موضوع حدیث اور اسکے مراجع۔
10. عدالت صحابہ۔
11. کتابت حدیث تا عہد تابعین۔
12. الناسخ والمنسوخ۔
13. احکام الجنائز۔
14. محمد بن عبدالوہاب۔
15. قادیانی کافر کیوں؟
16. پیارے رسول کی پیاری نماز۔
17. مسئلہ قربانی اور پرویز۔
18. پاک وہند میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث۔
19. توضیح الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام۔
20. احادیث ھدایہ فنی و تحقیقی حیثیت۔
21. آفات نظر۔
22. فضائل رجب للامام ابی بکر الخلال۔
23. تبیین العجب للحافظ ابن حجر العسقلانی۔
24. مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں۔
25. آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے۔
26. حرز المؤمن۔
27. احادیث صحیح بخاری ومسلم کو مذہبی داستانیں بنانے کی ناکام کوشش۔
28. امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ۔
29. مسلک اہلحدیث اور تحریکات جدیدہ۔
30. اسباب اختلاف الفقہاء۔